مکتوباتِ
امام احمد بن حنبلؒ
صاحبِ مکتوبات
حضرت امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی بغدادیؒ
تصنیف
مورخِ اسلام مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوریؒ
ترتیب
محمد صادق مبارکپوری
استاذ جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور اعظم گڑھ یوپی
مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

صاحب مکتوبات

حضرت امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی بغدادیؒ

تصنیف

مورخ اسلام مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ

ترتیب

محمد صادق مبارک پوری

استاذ جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور، اعظم گڈھ

مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یو۔پی

نام کتاب: مکتوبات امام احمد بن حنبلؒ
نام مصنف: قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ
ترتیب: محمد صادق مبارک پوری
اشاعت اوّل: نومبر 2006ء
تعداد اشاعت: ایک ہزار ایک سو
طابع و ناشر: مکتبۃ الفہیم مئو ناتھ بھنجن
صفحات: 48
قیمت: =/22 روپے
کمپوزنگ: جمال کمپیوٹر، مئو۔

Maktaba Al- Faheem
1st Floor Raihan Market Dhobia Imli Road
Sadar Chowk Mau Nath Bhanjan(U.P)
Ph 0547- 2222013 Mob 9336010224(R) 2520197

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہار تشکر

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ علیٰ سید المرسلین و علیٰ آلہ و أصحابہ اجمعین . أما بعد .

زیر نظر رسالہ (مکتوبات امام احمد بن حنبلؒ) والد محترم مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ کے مضامین ہیں جو سلسلہ وار ماہ نامہ البلاغ بمبئی ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ ائمہ اربعہ متبوعین میں سے سب سے آخری ہیں، مگر آپ کو سب سے زیادہ آزمائش و مصائب کے ساتھ قید و بند کے مراحل سے گذرنا پڑا، جبکہ آپ کا عہد تیسری صدی ہجری کا زمانہ ہے، جو اسلام کا سنہرا دور تھا، امام احمد کو اسلامی عقائد پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے بڑی تکالیف و مشقتیں برداشت کرنا پڑیں، خاص طور سے خلیفۂ وقت سے مگر آپ کے پائے استقامت میں کوئی تزلزل نہیں آیا، اور آپ خلقِ قرآن کے فتنہ میں اسلامی عقائد پر مضبوطی سے قائم رہے، اور سلف صالحین کے عقیدہ کے مطابق قرآن کو کلام اللہ غیر مخلوق قرار دیا، اخیر میں آپ کو کامیابی حاصل ہوئی، اور خلیفہ وقت نے اسلامی عقیدہ قبول کیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

امام احمدؒ کے مکتوبات اسلامی عقائد اور پند و نصیحت پر مشتمل ہیں، افادیت کے پیش نظر انہیں کتابی شکل دی جارہی ہے، تاکہ اس کا نفع عام ہوجائے۔

ہماری طرف سے اس کتابچہ کے ناشر عزیزان گرامی جناب شفیق و عزیز مالکان فہیم بکڈپو مئو شکریہ کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور توفیق عطا فرمائے کہ داخل حسنات ہوں، اور مصنف مرحوم کو اس کاوش کے بدلے جنت الفردوس میں جگہ دے، آمین یارب العالمین۔

طالب دعا

قاضی سلمان مبارک پوری

مدیر قاضی اطہر اسلامک اکیڈمی مبارک پور ضلع اعظم گڈھ

المرقوم یوم: عاشوراء ۱۴۲۷ھ مطابق ۹ رفروری ۲۰۰۶ء

تعارف مصنف

مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۷؍ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ بمطابق ۷؍مئی ۱۹۱۶ء کو مبارک پور ضلع اعظم گڈھ میں ہوئی، آپ اپنے نام سے زیادہ تخلص ''اطہر'' سے، اور خاندان میں چلے آرہے عہدۂ قضا کی وجہ سے ''قاضی'' سے، اور اپنی جائے ولادت کی طرف منسوب ہوکر ''مبارک پوری'' سے مشہور ومعروف ہیں، حالاں کہ آپ کا نام نامی اسم گرامی ''عبدالحفیظ'' ہے، آج اگر کوئی آپ کا نام ''حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب اعظمی'' تحریر کردے تو یہ ہر ایک کے لیے اجنبی ہوگا۔

آپ کے والد ماجد کا نام الحاج شیخ محمد حسن ہے، آپ کی والدہ محترمہ کا تعلق ایک علمی گھرانے سے تھا، اور آپ کا ننھیال ''ہمہ خانہ آفتاب است'' کا صحیح مصداق تھا، اس لیے ''قاضی صاحب'' کی تعلیم وتربیت میں ننھیال کا بڑا دخل رہا، ابتدائی تعلیم گھر پر پائی، پھر مقامی مدرسہ ''احیاء العلوم'' میں تمام تر تعلیم حاصل کی، عسرت کا عالم تھا، اس لیے گھر پر کسب معاش کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

طلب علم کا زمانہ ۱۳۵۰ھ سے ۱۳۵۹ھ تک ہے، مولانا شکر اللہ صاحب سے مرقات، ہدیہ سعیدیہ، ملاحسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، کافیہ، شرح جامی، وغیرہ پڑھیں، بعض کتب منطق مولانا بشیر احمد مبارک پوری سے، مولانا محمد عمر صاحب مبارک پوری سے تفسیر جلالین، مولانا محمد یحییٰ صاحب رسول پوری سے ہیئت اور عروض قوافی، اور مفتی محمد یٰسین صاحب مبارک پوری سے اکثر وبیشتر کتابیں پڑھیں، ۱۳۵۹ھ میں جامعہ قاسمیہ مراد آباد سے فارغ التحصیل ہوئے، یہاں مولانا فخر الدین صاحب سے بخاری، ابوداود، ابن ماجہ، مولانا اسماعیل صاحب سنبھلی سے مسلم شریف اور مولانا محمد میاں صاحب سے ترمذی، دیوان حماسہ ومقامات اور زمخشری کا کچھ حصہ پڑھا۔

طالب علمی کے دور ۱۳۵۳ھ ہی سے آپ کے اشعار اور مضامین ماہنامہ ''الفرقان'' رسالہ ''قائد'' مرادآباد، سہ روزہ ''زمزم'' لاہور، ہفتہ وار ''مسلمان'' لاہور، ہفتہ وار ''العدل'' گوجرانوالا، ''الجمعیۃ'' دہلی وغیرہ میں شائع ہونے لگے، پھر معیاری رسائل ''معارف'' ''برہان'' اور ''دارالعلوم'' میں طبع ہونے لگے، فراغت کے بعد ۱۳۵۹ھ تا ۱۳۶۴ھ پانچ برس احیاء العلوم مبارک پور میں مدرسی

کی، پھر ڈیڑھ ماہ مرکز تنظیم اہل سنت امرتسر سے وابستہ ہوکر ردِ شیعیت وقادیانیت پر مضامین لکھے، پھر ۱۳ر جنوری ۱۹۴۵ء سے جون ۱۹۴۷ء تک زمزم کمپنی لاہور سے منسلک رہے، وہاں نو سو صفحات میں منتخب التفاسیر مرتب کی اور دوسری کتابیں بھی لکھی، مگر افسوس کہ وہ سب تقسیم ملک کی نذر ہوگئیں، تقسیم ہند کے بعد ہفتہ وار اخبار ''انصار'' بہرائچ کے مدیر رہے، یہ اخبار حکومت کی نظر عتاب سے آٹھ ماہ میں بند ہوگیا، شوال ۱۳۶۶ھ سے صفر ۱۳۶۷ھ تک پھر احیاء العلوم میں عارضی مدرس رہے، شوال ۱۳۶۷ھ تا شعبان ۱۳۶۸ھ ایک برس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (گجرات) میں تدریسی خدمت انجام دی، نومبر ۱۹۴۹ء میں بمبئی گئے اور دفتر جمعیۃ علماء بمبئی میں افتاء وغیرہ کا کام کیا، جون ۱۹۵۰ء میں وہاں روزنامہ ''جمہوریت'' جاری ہوا تو اس کے نائب مدیر رہے، فروری ۱۹۵۱ء سے مارچ ۱۹۹۱ء تک چالیس برس سے زائد مدت تک روزنامہ انقلاب بمبئی میں علمی، تاریخی، دینی وسیاسی مضامین لکھتے رہے، اور یہ روزنامہ ''انقلاب'' کے ذمہ داروں کی قدردانی کی بات ہے کہ آج تک اس کالم کو موصوف کی یادگار میں ''بیادگار قاضی اطہر مبارک پوری'' جاری رکھا ہوا ہے، ۱۹۵۴ء سے ماہنامہ 'البلاغ'' بمبئی سے جاری ہوا، وہ آپ کی ادارت اور ذمہ داری میں ۲۵ برس سے زائد تک نکلتا رہا، انجمن اسلامی ہائی اسکول بمبئی میں نومبر ۱۹۶۰ء سے دس برس تک دینی تعلیم دی، دار العلوم امدادیہ بمبئی میں دو مرتبہ مدرسی کی، تیس برس سے زائد تک بمبئی میں رہ کر صحافت وتدریس وتالیف میں مصروف رہے، بھیونڈی (بمبئی سے قریب) میں ''مفتاح العلوم'' قائم کیا جو عظیم دینی ادارہ بن گیا ہے، ۱۹۷ء میں انصار گرلس ہائی اسکول مبارک پور جاری کرایا، ۱۴۰۱ھ میں الجامعۃ الحجازیہ مبارک پور، رحجازی جامع مسجد تعمیر کرائی، ۱۹۸۵ء میں علمی وتاریخی تصانیف پر حکومت ہند نے آپ کو اعزازی ایوارڈ عطا کیا، ۱۹۸۰ء، پھر ۱۹۸۴ء اور ۱۹۸۶ء میں نیم سرکاری تنظیم فکر ونظر سندھ کی دعوت پر سرکاری مہمان کی حیثیت سے پاکستان گئے، تنظیم نے آپ کی کتابیں چھاپیں، ایک عظیم اجلاس میں ان کا اجراء کیا اور آپ کو ''محسنِ سندھ'' کا خطاب دیا، جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان نے اپنے ہاتھوں سے اعزازی نشان اور تحائف وہدایا دیئے، آپ کی کتابوں کو اللہ نے وہ قبولیت بخشی کی چند کتابوں کا

عربی میں ترجمہ کر کے ڈاکٹر عبدالعزیز عزت عبدالجلیل نے ۱۹۷۹ء میں مصر سے شائع کیا، ریاض سے بھی آپ کی کتاب شائع ہوئی۔

آپ نہایت سادہ طبع، مخلص، متواضع، تکلف وتصنع سے بری، عظمت و بڑائی سے دور، طبیعت میں غیرت وخودداری، کسی کے عہدہ ومنصب یا تمول وجاہ سے نہ کبھی مرعوب ہوئے نہ اس سے جھک کر ملے، اہل علم کے بڑے قدر شناس، ظاہر داری اور مصلحت پسندی کے مخالف، حرص و تملق سے نفور، خاموش خدمت کے عادی، ریاء ونمائش سے خالی، اپنے خردوں کے ساتھ بے تکلف، معمولی کاموں پر ان کی حوصلہ افزائی، اپنے بزرگوں کا اعزاز واکرام، علماء کرام کو اپنے گھر پر دعوت دے کر بے پایاں مسرور، بوریہ نشینی پر قانع، دوسروں کے غم میں شرکت اوران کی خدمت کے عادی۔

نماز باجماعت کے پابند کسی بھی عذر سے مسجد میں جانا نہ چھوڑتے، شاہانہ دعوت ٹھکرا دیتے اگراس میں کوئی خلاف شرع کام ہوتا۔ حلال وطیب آمدنی حاصل کرتے، روزانہ علی الصباح قبرستان جا کر مردوں کو ایصال ثواب کرتے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خوگر تھے، پانچ بار بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

زندگی کے آخری ایام میں ایک طویل عرصہ تک نزلہ زکام میں مبتلا رہے، جس کی وجہ سے ناک کے بائیں سوراخ سے خون آنے لگا، ۲۹/اکتوبر ۱۹۹۵ء کو اعظم گڑھ میں ناک کا آپریشن کرایا جو بظاہر کامیاب تھا مگراس کے بعد کمزوری بڑھتی گئی، ۶/جنوری ۱۹۹۶ء سے بار بار پیشاب کا عارضہ لاحق ہوگیا، اور پھر گردوں نے بھی جواب دے دیا، وفات سے ایک ماہ قبل مسلسل بخار رہا، بالآخر ۲۸/صفر المظفر ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۴/جولائی ۱۹۹۶ء یکشنبہ کا دن گذار کر دس بجے شب میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے، مبارک پور، اعظم گڈھ، بنارس، جونپور، غازی پور، مئو وغیرہ کے علماء وفضلاء کی عظیم تعداد کے ہاتھوں بروز دوشنبہ مبارک پور میں مدفون ہوئے۔

آپ نے اپنی باقیات صالحات میں ۳۶/سے زائد مطبوع وغیر مطبوع کتابیں چھوڑیں۔

حضرت امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی بغدادیؒ

(متوفی ۲۴۱ھ)

نسب نامہ اور ابتدائی حالات

حضرت امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادریس بن عبداللہ بن حیان بن عبداللہ بن انس بن عوف بن قاسط بن مازن بن شیبان بن ذہل بن ثعلبہ شیبانی بغدادی کا آبائی گھر بصرہ میں تھا، وہاں سے آپ کے آباء واجداد نے مرو میں سکونت اختیار کر لی تھی، دادا حنبل بن ہلال سرخس کے گورنر تھے، ان کا شمار رجال دعوت میں سے تھا، آپ کی والدہ جس زمانہ میں آپ حالت حمل میں تھے، مرو شہر سے بغداد چلی آئیں، اور یہیں آپ کی پیدائش ہوئی، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ کی ولادت مرو ہی میں ہوئی، اور بچپن میں آپ کی والدہ آپ کو لے کر بغداد چلی آئیں، ربیع الاول ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد محمد بن حنبل جو کہ خراسان کے قائدین میں سے تھے، تیس سال کی عمر میں انتقال کر گئے، اس زمانہ میں امام احمد بچہ تھے، یتیمی کے دن آپ نے اپنی والدہ کی آغوش میں بسر کیے، والد نے اپنی زندگی ہی میں کسی وجہ سے آپ کے دونوں کان چھید دیئے تھے۔

طالب علمی کے ایام

علامہ خطیب تاریخ بغداد میں اور علامہ ابن جوزی مناقب امام احمد میں لکھتے ہیں کہ امام احمد نے بغداد کے علماء سے تحصیل علم کے بعد کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام، جزیرہ، وغیرہ کا سفر کر کے اپنے زمانہ کے علماء سے علم حدیث حاصل کیا، آپ کا بیان ہے کہ میں ۱۶۴ھ میں پیدا ہوا، سب سے پہلے میں نے قاضی امام ابویوسفؒ تلمیذ امام ابوحنیفہ سے حدیث لکھی، سولہ سال کی عمر میں میں نے علم حدیث کی تحصیل شروع کر دی تھی، امام ہشیم کے

انتقال کے وقت میری عمر بیس سال کی تھی، میں نے ہشیم سے پہلی مرتبہ ۱۷۹ھ میں حدیث کا سماع کیا تھا، اسی سال ایک آدمی نے آکر خبر دی کہ امام حماد بن زید کا وصال ہوگیا، نیز اسی سال امام مالک بن انس کا وصال ہوا، ۱۹۸ھ میں جب کہ ہم لوگ یمن میں امام عبد الرزاق کے پاس حدیث حاصل کرر ہے تھے، ہمارے پاس سفیان بن عیینہ، امام عبد الرحمٰن بن مہدی، امام یحیٰ بن سعید کے انتقال کی خبر پہنچی، ۱۹۴ھ میں بصرہ میں امام سلیمان بن حرب سے حدیث سنی، نیز امام ابوالنعمان عارم اور امام ابوعمر حوضی سے اسی سال حدیث کا سماع کیا، ۱۷۹ھ میں جب کہ پہلی مرتبہ میں نے حدیث کا سماع کیا، حضرت عبداللہ بن مبارک کی مجلس درس میں بغداد گیا تو آپ وہاں سے طرطوس جا چکے تھے، یہ بغداد میں آخری مرتبہ آپ کی تشریف آوری تھی، اسی سال میں نے امام علی بن ہاشم بن برید سے حدیث سنی، لیکن جب دوسری مرتبہ حاضر ہوا، تو آپ کا انتقال ہوگیا تھا۔

۱۷۹ھ سے لے کر ۱۸۰ھ، ۱۸۱ھ، ۱۸۲ھ، ۱۸۳ھ تک امام ہشیم کی خدمت میں رہا، ان کا وصال ۱۸۳ھ میں ہوا، آپ سے میں نے کتاب الحج کی تقریباً ایک ہزار احادیث لکھیں، کچھ حدیثیں کتاب التفسیر اور کتاب القضاء کی لکھیں، نیز دوسری چھوٹی چھوٹی کتابیں ان سے لکھیں، جن کی مجموعی تعداد تین ہزار احادیث کی شکل میں جمع ہوئی، جس وقت امام ہشیم ہم لوگوں کو کتاب الجنائز کا املا کرار ہے تھے، عین اسی وقت حماد بن زید کی وفات کی خبر ہم لوگوں کو ملی، اسی دوران میں ۱۸۲ھ میں ہشیم کی زندگی میں میں نے عبد المومن بن عبداللہ سے حدیث سنی، نیز اسی سال ابوالمجاہد علی بن مجاہد کابلی نے ہم سے احادیث بیان کیں، میں نے پہلی مرتبہ ۱۸۶ھ میں بصرہ کا سفر کیا، ۱۸۷ھ میں سفیان بن عیینہ کے پاس گیا، ہمارے پہنچتے ہی امام فضیل بن عیاض کا انتقال ہوگیا، اسی سال میں نے زندگی میں پہلا حج کیا، اور امام ابراہیم بن سعد سے احادیث لکھیں، اور ایک سے زائد مرتبہ ان کے پیچھے نماز ادا کی۔

فقر وغربت

اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ میں تمنا کرتا تھا کہ اگر میرے پاس پچاس درہم (تقریباً ساڑھے بارہ روپے) ہوتے تو میں امام جریر بن عبد الحمید کی خدمت میں ملک رے چلا جاتا، میرے بعض ساتھی چلے گئے اور میں نہ جاسکا، آخر آزردہ خاطر ہوکر کوفہ گیا، یہاں مجھ کو ایسے مکان میں ٹھہرنا پڑا، جس میں میرا سرہانا اینٹ کا تھا، چند دن کے بعد مجھے بخار آگیا، اور میں اپنی ماں کے پاس بغداد واپس چلا آیا، چونکہ ان کی اجازت کے بغیر کوفہ چلا گیا تھا، اس لیے بیمار ہوکر ان کے پاس ہی لوٹ آیا، ۱۸۶ھ کے آخر میں تحصیل علم کے لیے عبادان گیا، اسی سال معتمر بھی گیا، اور وہاں پر امام ابوربیع سے حدیثیں لکھیں۔

محنت

طالب علمی کے زمانہ میں بسا اوقات میں بہت سویرے اٹھ کر اساتذہ کے پاس جانے لگتا تو والدہ میرے کپڑوں کو پکڑ کر کہتی تھیں، کہ ارے اذان تو ہو لینے دو، لوگ صبح تو کرلیں، میں ابوبکر بن عیاش وغیرہ کی مجلس میں بہت تڑکے پہنچ جاتا تھا، ابراہیم بن ہاشم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام بن جریر بن عبد الحمید ملک رے سے بغداد تشریف لائے اور بنی میتب کے محلہ میں اترے، کچھ دنوں کے بعد امام جریر دریائے دجلہ کو پار کر کے مشرق کی طرف چلے گئے، اس کے بعد دجلہ میں بہت بڑا سیلاب آگیا، میں نے احمد بن حنبل سے کہا کہ اگر چلو تو دریائے دجلہ عبور کر کے امام جریر بن عبد الحمید کے پاس چلیں، آپ نے جواب دیا کہ میری والدہ مجھے نہیں چھوڑتی ہیں کہ دریا پار کرسکوں، یہ سن کر میں بھی احمد بن حنبل کے پاس رہ گیا، یہ سیلاب ہارون رشید کے زمانہ میں ۱۸۶ھ میں آیا تھا، دجلہ میں اتنا بڑا سیلاب اس سے پہلے نہیں دیکھا گیا تھا، خود ہارون رشید اپنے تمام حرم سرا اور مال و دولت کو لے کر کشتیوں میں سوار ہوگیا تھا، سندی بن شاہک نے جو سندھ کا رہنے والا تھا، اور اس زمانہ میں بغداد کا گورنر تھا، تمام لوگوں کو سرکاری طور پر دجلہ کو پار کرنے سے منع کردیا تھا۔

علم کی کثرت

احمد بن منیع اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں امام احمد کوفہ میں تعلیم حاصل کررہے تھے، ایک مرتبہ کوفہ کی ایک گلی میں بھوکے جارہے تھے، ہاتھ میں کتابوں کا جھولا تھا، میں نے ان کا دامن پکڑ کر کہا کہ کبھی کوفہ کبھی بصرہ کا یہ چکر کب تک جاری رہے گا، کیا ایک آدمی تیس ہزار احادیث لکھنے کے بعد بھی اپنے علم کو ناکافی سمجھتا ہے، یہ سن کر آپ خاموش رہے، میں نے کہا اچھا ساٹھ ہزار احادیث لکھنے کے بعد، پھر آپ خاموش رہے، پھر میں نے کہا اچھا ایک کروڑ احادیث لکھنے کے بعد؟ یہ سن کر فرمایا اس وقت آدمی علم حدیث کو کچھ کچھ پہچان سکتا ہے، اس کے بعد ہم نے حساب لگایا تو امام احمد صرف بہز بن اسد، عفان اور روح بن عبادہ سے تین لاکھ حدیثیں لکھ چکے تھے۔

استاذوں کا احترام

امام صاحب کا بیان ہے کہ ابراہیم بن عقیل نہایت سخت مزاج محدث تھے، ان کی خدمت میں رسائی بہت ہی مشکل تھی، میں یمن جا کر ان کے دروازے پر دو ایک دن ٹھہرا رہا، پھر کسی طرح انکی مجلس درس تک رسائی ہوگئی، ان کے پاس جابر کی روایت سے وہب کی احادیث کا ذخیرہ موجود تھا، اس میں سے انہوں نے صرف دو حدیثیں ہم سے بیان کیں، ان کی سختی کی وجہ سے میں بقیہ احادیث کا سماع نہ کرسکا، ایک مرتبہ خشنام بن احمد نے امام احمد سے پوچھا کہ کیا یحیٰی بن یحیٰی امام تھے؟ آپ نے فرمایا کہ یحیٰی بن یحیٰی میرے نزدیک امام تھے، اگر میرے پاس اخراجات ہوتے تو میں ان کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا۔

علم اور عمل

آپ کا بیان ہے کہ جب میں نے کوئی حدیث لکھی تو اس پر عمل ضرور کیا، یہاں تک کہ جب مجھ کو روایت پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنی لگوائی اور ابوطیبہ حجام کو آپ نے اس کی اجرت میں ایک دینار دیا، تو میں نے بھی پچھنی لگوائی اور لگانے والے کو ایک دینار دیا۔

شاگرد استاذ کی نظر میں

ایک مرتبہ امام احمد، امام اسماعیل بن علیہ کے حلقۂ درس میں بیٹھے طالب علموں کے ساتھ سبق لے رہے تھے، اتفاق سے کسی نے کوئی بات کہی، جسے سن کر حاضرین میں سے ایک شخص ہنس پڑا، یہ دیکھ کر امام ابن علیہ سخت برہم ہوئے اور فرمایا، میرے پاس امام احمد بن حنبل بیٹھے ہیں، اور تم لوگ ہنس رہے ہو، جس وقت آپ ابن علیہ کے پاس پہنچے، آپ کی عمر تیس سال سے کم تھی، ان کے گھر کے تمام لوگ آپ کا بڑا لحاظ رکھتے تھے، امام یزید بن ہارون سے آپ تعلیم حاصل کر رہے تھے مگر ابن ہارون آپ کا حد درجہ پاس رکھتے تھے، ایک مرتبہ آپ بیمار پڑ گئے تو ابن ہارون عیادت کے لیے خود تشریف لائے۔

ایک مرتبہ ابن ہارون نے مجلس درس میں کوئی ہنسی کی بات کہہ دی، طلبہ ہنس پڑے، یہ سن کر امام احمد نے تنحنح کیا، استاذ نے پوچھا کون ہے؟ طلبہ نے جواب دیا احمد بن حنبل ہیں، یہ سن کر استاذ نے فرمایا، تم لوگوں نے پہلے مجھے کیوں نہیں بتایا، میں ہنسی کی بات ہی نہ کہتا۔

مسند تدریس اور علم وفضل

جب امام احمد طلب علم سے فارغ ہو کر مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ کی قدر ومنزلت تمام عالم اسلام کے دل پر چھا گئی۔ بڑے علماء، فقہا، محدثین اور سلاطین دور دراز مقامات سے آپ کی ملاقات کے لیے آتے تھے، طبیعت ہمیشہ دنیا سے بے نیاز رہی، اور اس طرح بے نیاز رہی کہ پیدائش سے موت تک کی مدت میں ایک مرتبہ بھی زہد وتقویٰ داغ دار نہ ہوسکا، زندگی کے تمام لمحے رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کی اتباع میں غرق تھے۔

ائمہ دین کی شہادتیں

امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ امام ابوداؤد اپنی زندگی اور اخلاق وسیرت میں امام احمد کے مشابہ تھے، امام احمد، امام وکیع بن جراح کے مشابہ تھے، امام وکیع امام سفیان کے مشابہ تھے، امام سفیان امام منصور کے مشابہ تھے، امام منصور امام ابراہیم کے مشابہ تھے، امام

ابراہیم امام علقمہ کے مشابہ تھے، امام علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے، علقمہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سیرت و کردار میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے۔

امام ابو مسہرؒ نے ایک مرتبہ کہا کہ امت مسلمہ کے دینی معاملات کا محافظ اس زمانہ میں سوائے اس نوجوان (امام احمد) کے کوئی نظر نہیں آتا، جو بغداد کے مشرقی علاقہ میں ہے، امام ہشیم فرماتے تھے کہ اگر یہ نوجوان (امام احمد) زندہ رہا تو اپنے زمانہ والوں پر حجت ہوگا، نیز فرماتے تھے کہ کاش میری عمر کم کر کے احمد کی عمر میں اضافہ کر دیا جاتا، امام شافعی کا بیان ہے کہ بغداد میں احمد بن حنبل ایسا نوجوان شخص ہے کہ جب وہ حدیث بیان کرتے وقت ''حدثنا'' کا لفظ منھ سے نکالتا ہے تو تمام اہل حلقہ ایک زبان ہو کر ''صدق'' کہتے ہیں۔

حلیہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ درمیانی قد کے خوب صورت انسان تھے، حنا کا خضاب استعمال فرماتے تھے، جس کی سرخی بہت گہرے رنگ کی نہیں ہوتی تھی، آپ کی ریش میں کچھ سیاہ بال بھی تھے، کپڑے سفید مگر موٹے ہوتے تھے، اکثر عمامہ باندھتے تھے۔

جلالتِ شان

ابوداؤد کا بیان ہے کہ امام احمد کی مجلسیں آخرت کی مجلسیں تھیں، آپ کبھی دنیا کی باتوں کو بیان نہیں کرتے تھے، دو سو مشائخ سے میں نے ملاقات کی، مگر امام احمد جیسا کسی کو نہ پایا، جب علمی گفتگو شروع ہوتی کھل جایا کرتے تھے، ابوعبید کا بیان ہے کہ میں امام ابویوسف، امام محمد، یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمن بن مہدی کی مجلسوں میں بیٹھا ہوں، مگر کسی کی ہیبت مجھ پر اس قدر طاری نہیں ہوتی، جس قدر امام احمد کی۔

فتنۂ خلق قرآن میں عزیمت

امام احمد بن حنبل کی زندگی میں اسلام کے خلاف وہ عظیم الشان فتنہ برپا ہوا، جس نے بڑے بڑے ارباب عزیمت کو ہلا دیا، ایک معتزلی عالم قاضی احمد بن ابوداؤد کے اشارے

پر خلیفہ مامون نے ۲۱۸ھ میں مسئلہ خلق قرآن کا فتنہ کھڑا کیا، اور وقت کے بے شمار فقہاء، علماء، محدثین اور مشائخ کو مجبور کیا کہ سب لوگ اس بات کے قائل ہوں کہ یہ قرآن خدا کی طرح قدیم نہیں ہے، بلکہ حادث اور مخلوق ہے، اس مسئلہ کو اس نے معیار قرار دے کر اپنے زمانہ کے تمام علمائے حق وصداقت کو سخت آزمائش میں مبتلا کیا، یہ سلسلہ مامون سے واثق تک چلتا رہا، اور اس پوری مدت میں امام احمد کی زندگی اسلام کی راہ میں وقف رہی، اور جیل بند میں طوق وزنجیر سے کھیلتی رہی، رمضان مبارک ۲۱۹ھ میں آپ کو بغداد کے اندر عوام اور علماء کے بھرے مجمع میں، خلیفہ عباسی معتصم باللہ کے ہاتھوں اسی کوڑے رسید کیے گئے، وہ وقت جس قیامت کا تھا، اسے امام احمد یا ارباب دل ہی جانتے ہوں گے، تمام بدن سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا، امام صاحب روزے سے تھے، بے ہوش ہوگئے، اسی حالت میں جیل میں بند کردیئے گئے، امام احمد کی یہ مظلومیت اسلام اور امت مسلمہ کے لیے ناخدا بن گئی، اگر آپ اس فتنہ کے مقابلہ میں پہاڑ بن کر کھڑے نہ ہوجاتے تو معلوم نہیں، آج اسلام کی اصلی صورت اس دنیا میں کہیں نظر آتی یا نہیں، آپ کی اس مظلومیت کی داستان خونی حرفوں سے تاریخ اسلام میں بڑی تفصیل سے درج ہے۔

زہد وتقویٰ اور عبادت گذاری

امام صاحب کے صاحب زادے عبداللہ کا بیان ہے کہ میرے والد رات دن میں تین سو رکعت نمازیں پڑھا کرتے تھے، کوڑے لگنے کے بعد جب ضعف بہت زیادہ آگیا تھا تو رات دن میں ڈیڑھ سو رکعت نمازیں پڑھا کرتے تھے، یہ وہ وقت تھا کہ جب کہ آپ کی عمر اسی سال کے قریب ہوگئی تھی، روزانہ کا معمول تھا کہ رات کی نمازوں میں قرآن کی ایک منزل تلاوت فرماتے تھے اور سات رات میں ایک ختم فرماتے تھے، عشاء کی نماز اول وقت میں پڑھ کر تھوڑا سا آرام فرماتے پھر بیدار ہوکر صبح تک نماز اور دعا میں مصروف رہا کرتے تھے، تنہائی کو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے، مسجد، نماز جنازہ اور بیمار کی عیادت کے علاوہ کسی جگہ میں کسی نے آپ کو نہیں دیکھا، آپ کے پاس آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک تھے، آپ ان کو

بہت ہی احترام سے رکھتے تھے، پانی میں موئے مبارک کو غسل دے کر اسے شفا کی نیت سے پی لیتے تھے، آنحضرت ﷺ کی ایک تشتری مبارک بھی آپ کے پاس تھی، آپ اکثر اس سے پانی نکال کر پیا کرتے تھے، آب زم زم کو بھی پیتے تھے اور شفا کے لیے استعمال کرتے تھے ،اور منہ پر ملتے تھے، ایک مرتبہ آپ کے افطاری کے سامان کو دیکھا گیا تو اس میں دو روٹیاں ،ککڑی اور کچھ نمک تھا، ایک مرتبہ رمضان شریف میں تینتیس ختم قرآن کی تلاوت فرمائی۔

کسب و معیشت

امام احمد اپنے مکان کی زمین میں تھوڑی سی کاشتکاری کر لیتے اور اسی پر قانع رہتے تھے، زراعت کی زکوٰۃ سال بسال ادا فرماتے تھے، اس بارے میں آپ کا عمل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمانِ خلافت پر تھا جو انھوں ارض سواد (عراقی زمیں) کی نسبت نافذ فرمایا تھا، جب بھوک معلوم ہوتی تو روٹی کے سوکھے ٹکڑوں کو گرد غبار سے صاف کر کے ایک پیالے میں بھگو دیتے اور پھر نمک سے تناول فرما لیتے تھے، بعض مرتبہ آپ کے سالن کے لیے مٹی کی ہانڈی میں دال اور چربی ملا کر پکا لی جاتی تھی، اکثر دال کی جگہ سرکہ استعمال فرماتے تھے، جب کبھی کھانے پینے کی کمی ہو جاتی تو ایک کپڑا بننے والے کے یہاں اجرت پر کام کر دیا کرتے تھے، طالب علمی کے زمانہ میں بھی ایک مرتبہ ازار بند بُن کر کام چلایا تھا۔

شان استغناء

کسی کا ہدیہ حتی الامکان قبول نہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ کوڑا لگنے کے بعد آپ کے پاس بہت سا مال آیا، آپ کے چچا اسحاق نے شمار کیا تو پانچ سو یا اس سے زیادہ کی رقم نکلی آپ نے فرمایا اے چچا آپ کو اس چیز کے حساب میں مصروف دیکھتا ہوں، جس کا حساب نہ ہونا چاہئے۔ چچا نے کہا، کہ آپ آج کل سخت حاجت مند ہیں، اسے قبول کر لیں تو بہتر ہے، آپ نے جواب دیا۔ اے چچا اگر ہم اس رقم کو طلب کرتے تو ہمارے پاس نہ آتی، یہ اسی وجہ سے آئی ہے کہ ہم نے اس کو ترک کر دیا ہے، چین سے ایک شخص نے بغداد کے علماء کے لیے ہدیہ بھیجا، سب حضرات نے قبول کر لیا، مگر آپ نے غایت احتیاط کی بنا پر صاف انکار کر دیا، اسی

طرح بادشاہوں کے بڑے بڑے تحفے کبھی قبول نہ فرماتے تھے اور بلا تردد واپس کر دیتے تھے، حالانکہ گھر میں سخت تنگی اور ضرورت رہتی تھی۔

تصنیفات

امام احمد کی تصنیفات میں ''مسند امام احمد'' امت مسلمہ کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے، آپ نے یہ کتاب ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے انتخاب کر کے لکھی ہے، آپ احادیث کو لکھ کر جمع کرنے کے خلاف تھے، جب یہ مسند لکھی تو آپ کے صاحب زادے عبداللہ نے پوچھا کہ والد صاحب! آپ تو احادیث لکھنے کے خلاف تھے، پھر یہ کتاب کیوں لکھی؟ فرمایا کہ میں نے اس کتاب کو امام بنایا ہے، تا کہ جس وقت لوگ سنت رسول اللہ میں اختلاف کریں تو اسی کتاب کی طرف رجوع کریں، مشہور ہے کہ مسند امام میں چالیس ہزار احادیث ہیں، اور اس میں تقریباً سات سو صحابہ کی روایات موجود ہیں، اس کے علاوہ آپ کی تصنیفات میں کتاب الصلوٰۃ، کتاب الورع وغیرہ بھی ہیں۔

تلامذہ

آپ کے خاص شاگردوں میں جنھوں نے آپ کی فقہ کی تدوین کی، یہ حضرات قابل ذکر ہیں، امام ابو یعقوب، اسحاق بن منصور کوسج مروزی نیشاپوری ۲۵۱ھ، امام ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب جوز جانی محدث دمشق م ۲۵۶ھ حافظ حمدان بغدادی م ۲۷۲ھ فقیہ ابو الحسن میمونی رقی م ۲۷۴ھ، امام اسحاق بن راہویہ م ۲۳۸ھ۔

ہندی تلامذہ اور معاصرین

امام احمد بن حنبلؒ کے تلامذہ میں ہمارے ملک ہندوستان کے کئی محدثین بھی شامل ہیں، خطیب بغدادی اور امام ابن جوزی نے آپ کے تلامذہ میں حبیش بن سندی، قطیعی اور ابو بکر سندی الخواتیمی کو شمار کیا ہے، ان حضرات نے سندھ سے بغداد جا کر آپ سے استفادہ کیا، ان کے علاوہ ہندوستان کے یہ حضرات بھی آپ کے معاصرین میں ہیں۔

محمد بن ابو معشر سندی م ۲۴۷ھ، حسین بن محمد بن ابو معشر سندی م ۲۷۵ھ، داؤد بن محمد بن ابو معشر سندی، احمد بن سندی بن فروغ بغدادی، سندی بن ابو ہارون، سندی بن صدقہ شاعر، سندی بن یحییٰ حرشی، علی بن بنان سندی، عاقولی، ابوبکر محمد بن محمد بن رجاء سندی، م ۲۸۶ھ، اسماعیل بن سندی بغدادی، ابونصر سندی بن ابان بغدادی م ۲۸۱ھ، محمد سندی بن شاہک وغیرہ ان تمام علماء اور ان کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے فقہاء ومحدثین کے حالات ہماری کتاب ''رجال السند والہند'' میں موجود ہیں۔

آخری لمحات اور آخری باتیں:

صاحبزادے عبداللہ کا بیان ہے کہ مرض الوفات میں والد نے مجھ سے فرمایا کہ عبد اللہ بن ادریس کی کتاب نکالو، میں نے وہ کتاب نکالی تو فرمایا، لیث بن سلیم کی احادیث نکالو، میں نے وہ حدیثیں نکالیں، فرمایا حدیث لیث کا یہ فقرہ پڑھو:

'' قال قلت لطلحة ان طاؤ سا كان يكره الانين فى المرض فما سمع له انين حتىٰ مات، رحمه الله ''

(میں نے طلحہ سے کہا کہ حضرت طاؤسؒ بیماری میں کراہنے کو مکروہ سمجھتے تھے، وہ انتقال کر گئے مگر ان کے منہ سے کراہنے کی آواز نہ سنی گئی) میں نے یہ عبارت اپنے والد کو پڑھ کر سنائی، اس کے بعد مرتے دم تک پھر ان کے منہ سے کراہنے کی آواز نہ سنی گئی۔

اسی طرح صاحبزادے عبداللہ کا بیان ہے کہ آخری وقت میں آپ کبھی ڈوب جاتے ...... کبھی ہوش میں آتے، اور آنکھیں کھولتے، اس عالم میں آپ نے تین مرتبہ ہاتھ سے نہیں نہیں کا اشارہ فرمایا، میں نے کہا والد صاحب کیا بات ہے، کبھی تو ہم آپ سے ناامید ہو جاتے ہیں، کبھی امید بندھ جاتی ہے، اور پھر آپ انکار کا اشارہ فرماتے ہیں، فرمایا: بیٹا! سمجھتے ہو کیا بات ہے؟ شیطان میرے پاس کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ ''احمد میری بات مانو'' اور میں انکار کرتا ہوں، کہ مرنے تک یہ نہیں ہوسکتا، مرتے دم تک آپ انگلی سے اشارہ کرتے رہے پھر آپ نے اشارہ کیا کہ میری انگلیوں کو سیدھا کرو، ہم نے جب ان کو ٹھیک کر دیا تو اشارہ کرنا بند فرما دیا۔

وصال اور جنازہ

خطیب بغدادی کہتے ہیں امام احمد ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ رمضان ۲۲۰ھ کے عشرہ اخیر میں کوڑوں سے مارے گئے، اور ۷۷ سال کی عمر میں ۱۲/ربیع الاول ۲۴۱ھ کو جمعہ کے دن چاشت کے وقت دنیا سے رخصت ہوئے، بعض روایات میں ربیع الآخر کا مہینہ بتایا گیا ہے، جمعہ کی نماز پڑھ کر آپ کا جنازہ مبارک نکالا گیا، نماز جنازہ ربع القطعیہ کے پل کے میدان میں ادا کی گئی۔ حاضرین جنازہ کا شمار کیا گیا تو آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں تھیں، محمد بن عبداللہ بن طاہر نے نماز جنازہ پڑھائی، کہا جاتا ہے کہ امت محمدیہ کے کسی جنازہ میں اتنا بڑا مجمع نہ تھا، البتہ بنی اسرائیل کے کسی بزرگ کا بھی ایسا جنازہ پڑھا گیا تھا، آپ کے وصال کے دن یہود، نصاریٰ اور مجوس میں سے ۲۰ ہزار آدمی مسلمان ہوئے تھے، آپ کی وفات کا ماتم باشندگان بغداد کے چاروں مذاہب مسلمان، یہود، نصاریٰ اور مجوس میں یکساں طور پر کیا گیا۔ بغداد کے ''باب حرب'' کے قبرستان میں آپ کو دفن کیا گیا آپ کے دفن کرنے کے ۲۳۰ برس بعد امام شریف ابو جعفر م ۴۷۰ھ کی وفات کے موقع پر جب کہ ان کو آپ کے پہلو میں دفن کیا جا رہا تھا، آپ کی قبر شریف کھودی گئی تھی اور دیکھا گیا تو کفن میلا تک نہ ہوا تھا اور پورا بدن مبارک بالکل صحیح و سالم تھا۔

فتنے اور آزمائشیں

امام صاحب کے زمانہ میں ایک طرف اسلامی فتوحات دنیا میں بڑھ رہی تھیں، دوسری طرف عجمی قوموں کے علوم و خیالات تیزی کے ساتھ مسلمانوں میں پھیل رہے تھے۔ فقہاء و محدثین کے ساتھ فلاسفہ و متکلمین کا بھی زور شور تھا، نئے نئے خیالات اور نئے نئے رجحانات اور نئے نئے افکار، اسلامی مسلمات و عقائد پر یلغار کر رہے تھے، معتزلی، قدری، جہمی، مرجی اور دوسرے سیکڑوں نئے نئے فرقے مسلمانوں میں پیدا ہو رہے تھے، ان تمام فتنوں کے لیے ایک دروازہ ''مسئلہ خلق قرآن'' کو ٹھہرایا گیا، اگر یہ دروازہ کھل جاتا تو امت مسلمہ اوہام و خیالات میں تقسیم ہو کر رہ جاتی، ان ہی خطرناک حالات میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ

علیہ کی ذات گرامی پہاڑ سے زیادہ اٹل بن کر ان فتنوں کے مقابلہ میں آئی اور اسلام کی ناخدائی کر کے اس کی کشتی بچالی اور فتنوں کا دروازہ کھل نہ سکا۔

خلق قرآن میں گرفتاری

۲۱۸ھ میں مامون نے روم کے شہر رقہ سے بغداد کے حاکم اسحاق بن ابراہیم کو لکھا کہ بغداد کے مشائخ ومحدثین کو خلق قرآن کے قائل ہونے پر مجبور کردیا جائے، امام احمد بن حنبل اور امام محمد بن نوح انکار کی بنا پر قید کردیے گئے، اور کئی دن تک بغداد میں قید رہے، پھر طرطوس سے مامون کا خط آیا کہ ان دونوں کو زنجیروں میں جکڑ کر ایک ساتھ میرے پاس بھیج دو، چنانچہ دونوں حضرات پابجولان دربار شاہی کے لیے بغداد سے روانہ کئے گئے، امام احمد کے صاحب زادے وغیرہ انبار تک الوداع کہنے کے لیے گئے اور وہاں سے دونوں حضرات پولس کی نگرانی میں تنہا چلے ، رات گئے ''رحبہ طوق'' میں پہنچے، پھر رات ہی رات آگے بڑھے، ''رحبہ طوق'' میں ایک اعرابی نے آکر امام احمد سے کہا کہ احمد! اگر مروگے تو شہید ہوگے، اور زندہ بچوگے تو حمید ہوگے۔

اس کے بعد رہروان جادۂ استقامت اور مسافرانِ راہ دین ودیانت کی دوسری رات ''ادنہ'' میں ہوئی، رات ہی رات یہاں سے بھی چلنے کا حکم ہوا، جونہی شہر پناہ کا دروازہ کھولا گیا، ایک آدمی نے داخل ہوکر کہا ''خوش خبری ہو کہ وہ شخص مر گیا''۔ امام احمد نے دعا کی تھی کہ خدایا میں مامون کی صورت نہ دیکھ سکوں، چنانچہ خدا نے ایسا ہی کیا کہ آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی مامون ''بدندون'' میں فوت ہوگیا۔ یہ واقعہ رجب ۲۱۸ھ کا ہے، بہر حال دونوں قیدی طرطوس پہنچائے گئے، پھر وہاں سے زنجیروں میں جکڑ کر کشتی کے ذریعہ ''رقہ'' کی طرف روانہ کیے گئے، مقام ''عانات'' میں پہنچ کر حضرت محمد بن نوح کا وصال ہوگیا، امام صاحب نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر وہاں سے امام صاحب تنہا بغداد واپس لائے گئے، ابتدا میں چند دنوں تک ''یاسریہ'' نامی جگہ میں رکھے گئے۔ پھر ایک گھر جو کہ ''دارعمارہ'' کے قریب تھا آپ کو بند کرنے کے لیے کرائے پر لیا گیا، اور اس میں قید کئے گئے، اس کے بعد ''درب موصلی'' کے عامی قید خانہ میں آپ کو منتقل کردیا گیا، آپ کا بیان ہے کہ جیل خانہ میں زنجیروں

اور ہتھکڑیوں کے باوجود میں قیدیوں کو نماز پڑھایا کرتا تھا۔

رمضان ۲۱۹ھ میں امام صاحب کو درب موصلی کے عامی جیل خانہ میں سے منتقل کر کے بغداد کے داروغہ اسحاق بن ابراہیم کے گھر میں بند کرا دیا، یہاں پر احمد بن رباح اور ابوشعیب حجام معتصم کی طرف سے روزانہ آتے اور آپ سے مناظرہ کرتے، ان کی واپسی پر امام صاحب کو مزید ایک بیڑی پہنا دی جاتی، اس زمانہ میں آپ کے پاؤں میں چار چار بیڑیاں رہا کرتی تھیں (۱)۔ اس کے تقریباً ایک سال بعد رمضان ۲۲۰ھ میں آپ کو درے مارے گئے۔

مناظرہ اور درہ زنی:

خلیفہ مامون نے مسئلہ خلق قرآن کا فتنہ امارت حاصل کرنے کے بعد ہی ظاہر کیا، مگر اس فتنہ کو فروغ اس کی وفات کے سال میں ہوا، بہت سے علماء وقت کو اس پر مجبور کیا، مرنے لگا تو اپنے بیٹے معتصم کو اس کی خاص طور سے وصیت کی، مامون نے امام احمد کو اسی فتنے کے سلسلے میں گرفتار کرا کے حاضر دربار کرنے کی ہدایت کی، چنانچہ اس کے حکم کے مطابق آپ کو گرفتار کر کے پا بجولان لے جا رہے تھے، آپ راستے میں تھے کہ ادھر مامون کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد آپ کو قید خانہ میں بند کر دیا گیا، آپ قید خانہ کے مصائب وشدائد برداشت کرتے رہے، جب معتصم کی امامت کا دور آیا تو اس نے آپ کو بغداد میں مناظرہ کے لیے طلب کیا، مجلس مناظرہ منعقد ہوئی، جس میں عبدالرحمٰن بن اسحاق اور قاضی احمد بن ابی داؤد وغیرہ موجود تھے، آپ نے تین دن متواتر مناظرہ کیا، آخر چوتھے دن معتصم نے آپ کے مناظرہ کرنے اور خلق قرآن کے عقیدہ سے انکار کرنے پر درہ لگانے کا حکم دیا، آپ کو کوڑوں سے اس قدر پیٹا گیا کہ بے ہوش ہو گئے...... مگر جادۂ استقامت سے پائے استقلال نہ ہٹنے پایا، مناظرہ کے تینوں دنوں میں معتصم امام صاحب کو تنہائی میں لے جا کر سمجھاتا۔ کہ اے احمد! واللہ! میں اپنے لڑکے واثق کی طرح آپ پر مہربان ہوں، آپ میری بات مان لیجیے، خدا کی قسم میں ابھی اپنے ہاتھ سے آپ کی بیڑی کاٹ دوں گا، آپ کی چوکھٹ پر حاضری دوں گا اور خدم وحشم کے ساتھ آپ کی قدم بوسی کروں گا'' اس کے جواب میں امام صاحب فرماتے ''امیر المومنین! کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ کی کسی بات کا مجھ سے مطالبہ کیجیے، میں قبول کرنے کو تیار ہوں'' جب سمجھاتے

سمجھاتے دیر ہو جاتی تو معتصم آپ سے سخت کلامی کرتا، خود مجلس سے اٹھ کر چلا جاتا اور امام صاحب کو قید خانہ بھجوا دیتا، اس کے بعد معتصم کے قاصد قید خانہ میں آپ کے پاس پہنچتے اور کہتے کہ احمد! امیر المومنین آپ سے قرآن کے متعلق سوال کر رہے ہیں اور آپ جواب نہیں دیتے؟ امام صاحب ان سے بھی وہی فرماتے جو معتصم کے جواب میں فرمایا کرتے تھے، اسی طرح تین دن تک مناظرہ ہوتا رہا، آپ جیل خانہ میں ڈال دیے جاتے اور پھر صبح کو مجلس مناظرہ میں لائے جاتے۔

مناظرہ کے آخری دن محمد بن عبد الملک زیات اور قاضی احمد ابن ابی داؤد مجلس میں موجود تھے آپ کو معتصم کے سامنے لا کر کھڑا کیا گیا، معتصم نے درباری مناظروں سے مناظرہ کرنے کا حکم دیا، مباحثہ جاری ہوا، اور یہاں تک نوبت پہنچی کی مخالفین نے معتصم سے کہدیا کہ امیر المومنین! آپ ان کو قتل کر دیں خون کی ذمہ داری ہماری گردن پر ہے، معتصم نے اپنی ہار اور امام صاحب کی جیت دیکھ کر امام صاحب کے چہرۂ اقدس پر ایک طمانچہ مارا جس کے صدمہ سے امام صاحب فوراً بے ہوش ہو گئے، یہ حال دیکھ کر خراسان کے اشراف جو وہاں موجود تھے، تلملا اٹھے، ان ہی لوگوں میں امام صاحب کے چچا موجود تھے، معتصم نے ان کی ناخوشی کو اپنے لیے خطرناک سمجھ کر پانی منگایا، اور آپ کے چہرے پر چھینٹا دیا، جب امام صاحب کو ہوش آیا تو اپنے چچا کی طرف رخ کیا اور فرمایا چچا جان یہ جو پانی میرے منھ پر ڈالا گیا ہے شاید غضب کیا گیا ہو گا؟

معتصم نے یہ سن کر مجمع سے کہا۔ دیکھتے ہو یہ شخص کیسی سخت باتیں کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے میری قرابت کا کچھ لحاظ نہیں کرتا، جب تک خلق قرآن کے عقیدہ کو تسلیم نہیں کرلے گا، اس سے درے نہیں ہٹا سکتا۔

اس کے بعد اس نے امام صاحب کی طرف متوجہ ہو کر وہی باتیں کہیں، آپ نے بھی پہلا ہی جواب دیا، سوال و جواب میں کافی دیر ہو گئی، آخر کار معتصم نے برہم ہو کر لعنت بھیجی اور کہا اب تک مجھ کو تم سے امید تھی، مگر اب منقطع ہو گئی، یہ کہہ کر حکم دیا کہ ان کو پکڑ کر گھسیٹو اور بدن کے جوڑ اکھاڑ دو، چنانچہ سر مجلس آپ کے ساتھ یہ سب کچھ کیا گیا، پھر معتصم نے نہایت بے دردی سے کوڑے مارے۔

اسی دوران میں ایک شخص نے آکر آپ کا پیراہن جلانا چاہا،مگر معتصم نے روک دیا۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت رسول اللہ ﷺ کے کچھ موئے مبارک اپنے کرتے میں چھپا رکھے تھے،انہی کی برکت سے میرا کرتا نہیں جلایا گیا،دونوں ہاتھ اس زور سے کھینچے گئے کہ اکھڑ گئے،اس کا درد مرتے دم تک باقی رہا، معتصم نے جلادوں کو حکم دیا، کہ کوڑے لاؤ، جب کوڑے سامنے لائے گئے۔تو کہا یہ نہیں اور کوڑے لاؤ۔پھر ایک ایک جلاد کو بلاتا اور نہایت سختی سے کوڑے لگانے کی تاکید کرتا،ایک جلاد دو کوڑے لگا کر اپنی جگہ چلا جاتا، پھر دوسرا آتا اور یہی کام کرتا،اس طرح آپ کو اٹھارہ کوڑے لگائے گئے،جب سب کی باری ختم ہوگئی،تو معتصم خود اٹھا،مجمع کی نظر امام مظلوم پر جمی ہوئی تھی،قریب جا کر اس نے کہا کہ کیوں ہلاک ہوتے ہو؟میری بات مان لو،میں تمہاری بیڑیاں اپنے ہاتھ سے کاٹ دیتا ہوں۔

عالم یہ تھا کہ جلاد تلوار لیے آپ کے سر پر کھڑے تھے،مجمع سے بھی لوگ بول اٹھے کہ امام وقت تلوار آپ کے سر پر موجود ہے اس کی بات منظور کر لیجیے۔مگر امام صاحب نے باطل کی یلغار سے بے نیاز ہو کر حق کی حمایت کی اور خلق قرآن کا اقرار نہیں کیا۔

اس کے بعد معتصم اپنی کرسی پر آکر بیٹھ گیا،اور جلاد کو حکم دیا کہ کوڑے لگائے،کچھ دیر بعد پھر معتصم نے امام صاحب کے سامنے آکر یہی مطالبہ کیا،آپ نے بھی وہی جواب دیا،پھر معتصم اپنی کرسی پر جا کر بیٹھ گیا اور جلاد کو حکم دیا کہ امام صاحب کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں تک تو ہوش تھا،اس کے بعد میرے ہوش وحواس تک گم ہوگئے،پھر جب ہوش آیا تو دیکھا کہ ایک کمرے میں پڑا ہوں،اور میری بیڑیاں میرے ہاتھ پاؤں میں نہیں ہیں،ابتلا کے اس نازک موقع پر آپ کے دونوں ہونٹ ہل رہے تھے،بعد میں جب آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے خدا سے اس وقت یہ دعا کر رہا تھا کہ خداوندا اگر میں حق پر ہوں تو مجھے رسوا نہ کر،یہ دل خراش داستان اخیر رمضان ۲۲۰ھ کی ہے،جب کہ اس عالم میں کہ آپ روزے سے تھے،اس واقعہ کے بعد معتصم نے ایک آدمی کو متعین کیا جو آپ کے زخموں کا علاج کرے،اس معالج کا بیان ہے کہ میں نے سو سو درے مارے ہوئے آدمی کو دیکھا ہے،مگر آپ

کی مار سب سے سخت تھی، زخموں کے نشان مرتے دم تک پشت مبارک سے نہ گئے۔

امام صاحب نے تمام درے مارنے والوں، تماشائیوں اور اپنے خلاف معتصم کے مددگاروں کو خدا کے لیے بالکل معاف کر دیا تھا، مگر قاضی احمد بن ابی داؤد معتزلی بانی فتنہ خلق قرآن کو معاف نہیں کیا، اور فرمایا کہ اگر ابن ابی داؤد بدعتی نہ ہوتا تو میں اسے بھی بخش دیتا، اگر وہ بدعت سے توبہ کر لے تو میں اس کو معاف کر دوں۔

بابل یا عموریہ کی فتح کے موقع پر امام صاحب نے خلیفہ معتصم کو بھی معاف فرما دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس امتحان کے نتیجہ میں جنت کی تمنا کیا کر سکتا ہوں، اگر اللہ تعالیٰ گناہ اور نیکی دونوں برابر فرما دے تو میں سمجھوں گا کہ میں کامیاب ہوں۔ (۲)

روپوشی اور زبان بندی

درہ لگنے کے بعد امام صاحب اپنے گھر واپس کر دیے گئے، مگر آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ بند کر دیا، حالات کو دیکھتے ہوئے، آپ نے احادیث کی روایت کرنے اور پڑھنے پڑھانے سے کنارہ کشی فرمالی۔ صرف اپنے گھر کے اندر اپنے دونوں لڑکوں عبداللہ اور صالح کو پڑھایا کرتے تھے۔ (۳)

جب معتصم کا بیٹا واثق برسر اقتدار ہوا تو اس نے امام صاحب کے پاس کہلا بھیجا کہ جس سرزمین (بغداد) میں میں رہتا ہوں آپ وہاں نہیں رہ سکتے۔ اس حکم کے بعد آپ نے روپوشی اختیار فرمائی۔ مختلف شہروں میں چکر لگاتے رہے، اور واثق کی خلافت کے پورے زمانہ میں کم وبیش پانچ سال تک آپ روپوش رہے، اسی زمانہ میں ایک مرتبہ اسحاق بن ابراہیم بن ہانی نیشاپوری کے گھر میں چھپے رہے۔ جب روپوشی کو تین دن گزر گئے تو ابراہیم سے فرمایا کہ اب میرے لیے دوسری جگہ تلاش کرو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کے موقع پر غار حرا میں صرف تین دن روپوش رہے، پھر وہاں سے نکل پڑے، یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ آسانیوں میں تو سنت رسول ﷺ کی پیروی کی جائے اور مشکل وقت میں اسے ترک کر دیا جائے۔

واثق بے شمار علمائے حق کو ظلم وستم کا نشانہ بنانے کے بعد ایک مرد مومن کے ہاتھ اس

فتنہ سے تائب ہو کر اس کی سرپرستی سے باز آگیا تھا۔

اس کے بعد خلیفہ متوکل ۲۳۲ھ میں تخت خلافت پر آیا اور اس نے صحیح دین کو رواج دیا، مگر اس کے ابتدائی دور میں بھی بغداد کے داروغہ اسحاق بن ابراہیم نے امام صاحب کو گھر سے نکلنے اور جمعہ، جماعات اور مسلمانوں کی عام دعوت میں جانے سے روک دیا، اور دھمکی دی کہ اگر آپ ادھر ادھر جائیں گے تو پھر آپ کا وہی حشر ہوگا جو ابو اسحاق معتصم کے ہاتھوں ہو چکا ہے۔ (۴)

امام صاحب اپنے فیصلہ پر قائم رہے اور حلقۂ درس میں نہ بیٹھے، حتیٰ کہ ۲۲۷ھ میں آپ کو متوکل نے شاہی نوازشوں کے ساتھ عسکر میں بلایا اور چاہا کہ یہاں آپ اپنا حلقۂ درس قائم کریں، مگر آپ نے معذرت کر دی، قیام عسکر کے زمانہ میں متوکل کے قاصد یعقوب نے ایک مرتبہ آزمائش کے طور پر آپ سے کہا کہ میرے والد مغرب اور عشاء کے درمیان حاضر ہوا کریں گے۔ ان کو ایک دو حدیث پڑھا دیا کیجیے، آپ نے کہا کہ میں نے کئی مرتبہ استخارہ کر کے اپنے خدا سے معاہدہ کر چکا ہوں، مرتے دم تک حدیث نہ پڑھاؤں گا۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ دوسرے علماء کی طرح میرا بھی حلقۂ درس قائم کر کے متوکل اس شہر کو میرے لیے جیل خانہ بنانا چاہتا ہے۔

بغاوت کا الزام اور خانہ تلاشی

اس کے بعد ایک مرتبہ امام احمد کے دشمنوں نے حکومت کو اطلاع کر دی کہ ایک ''علوی'' امام احمد کے گھر میں روپوش ہے، متوکل نے بغداد کے داروغہ عبد اللہ بن اسحاق بن ابراہیم کو لکھا کہ تم امام احمد کی تلاشی لو، چنانچہ عبد اللہ بن اسحاق کے دربان مظفر اور وقائع نگاران اور دو عورتوں کا عملہ آدھی رات کے وقت امام صاحب کے گھر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا، جب امام صاحب نے دروازہ کھولا تو خانہ تلاشی کا وارنٹ سنایا گیا، آپ نے فرمایا کہ مجھے خانہ تلاشی پر مطلق اعتراض نہیں ہے، میں ہر حال میں امیر المومنین کا فرماں بردار ہوں، ابن کلبی نے پہلے آپ سے خدا کی اور طلاق کی قسم لی، اس کے بعد آپ کے اور آپ کے صاحبزادے کے مردانہ اور زنانہ گھروں کی مردوں نے اور عورتوں نے تلاشی لی، حتیٰ کہ کنویں میں موم بتیوں سے دیکھا مگر کوئی نہ ملا۔

مکتوبات امام احمدؒ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جس طرح ہر بات میں سنت اور سلف کا پورا پورا اتباع فرماتے تھے اسی طرح خطوط اور مکاتیب میں اس بات کا لحاظ فرمایا کرتے تھے۔ آپ خطوط میں پہلے ''الیٰ فلان '' لکھ کر مخاطب کی کنیت یا نام تحریر فرماتے پھر ''من فلان ''لکھ کر اپنا نام احمد بن حنبل لکھتے، پانے والے کے لیے ''الـــی'' (طرف) کا لفظ استعمال فرماتے اور ''لفلان'' (فلاں کے لیے) کو جدت اور بے اصل قرار دیتے۔ ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ ''الـیٰ فـلان '' کیوں لکھتے ہیں، جواب دیا آنحضرت ﷺ نے کسریٰ، قیصر اور دوسرے لوگوں کے نام اسی طرح تحریر فرمایا ہے۔ اور صحابہؓ اور حضرت عمرؓ نے عتبہ بن فرقد کے نام اسی طرح خط لکھا ہے اور آج کل ''الیٰ فلان '' کے بجائے ''لفلان'' لکھا جاتا ہے۔ نئی ایجاد (محدث) ہے میں اسے نہیں پہچانتا، سائل نے کہا اس کے متعلق کیا ارشاد ہے کہ بعض لوگ خط کی ابتدا مکتوب الیہ کے نام سے کرتے ہیں۔ فرمایا کہ باپ کے نام کو اوپر لکھنا ہمارے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے، اور لڑکے کو چاہیے کہ اپنے بوڑھے والد کے نام خط لکھتے وقت اپنا نام پہلے نہ لکھے۔ البتہ والد کے علاوہ کسی اور کے نام خط لکھتے وقت اس میں کوئی حرج نہیں ہے ۔آپ خط کے شروع میں آداب والقاب اور دعا بھی لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ ابو جعفر احمد بن سعید دارمی کا بیان ہے کہ آپ نے میرے پاس خط لکھا تو یہ تحریر فرمایا لابی جعفر اکرمہ اللہ من احمد بن حنبل خط کے پتے پر الیٰ ابی فلاں لکھتے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے نزدیک لابی فلاں سے زیادہ بہتر ہے۔

مکاتیب کے مضامین میں بہت ہی جچے تلے الفاظ استعمال فرماتے تھے، اختصار اور جامعیت کا پورا لحاظ فرماتے تھے، اور انداز تحریر ایسا اختیار فرماتے تھے کہ اصل منشا کی ترجمانی میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ ابوالقاسم بن منیع کا بیان ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ امام صاحب کی مجلس درس سے علیحدہ ہو کر سوید بن سعید کی خدمت میں حاضری دوں، استاذ سے عرض کیا

کہ آپ ایک خط سوید بن سعید کے نام تحریر فرمادیں، آپ نے خط کے اندر یہ عبارت بھی تحریر فرمائی، و ھذا رجل یکتب الحدیث یہ آدمی حدیث لکھتا ہے (یعنی طالب علم ہے) میں نے کہا کہ میں آپ کے پاس عرصۂ دراز سے ہوں اور آپ کی خدمت کرتا ہوں، اگر آپ یہ لکھ دیں تو بہت بہتر ہو۔ ھذا الرجل من أصحاب الحدیث (یہ آدمی اصحاب حدیث میں سے ہے) امام صاحب نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک صاحب حدیث وہ شخص ہے، جو حدیث کو اپنی زندگی میں استعمال کرتا ہے۔ (۵)

بنام محدث جلیل مسدد بن مسرہد رحمۃ اللہ علیہ

جب دین میں فتنوں کی وبا عام ہوگئی اور قدر، رفض، اعتزال، ارجاء اور خلق قرآن جیسے اختلافی مسائل میں عام مسلمان مبتلا ہوگئے، تو امام مسدد بن مسرہد کو سخت حیرانی ہوئی اور جلیل القدر امام دین ہونے کے باوجود ان معاملات میں انہیں سنت کی روشنی نہ مل سکی، بالآخر انھوں نے عالم اسلام امام احمد بن حنبلؒ کے پاس ایک خط لکھا کہ

"آپ ان اختلافی مسائل میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کو بیان فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیے"۔

جس وقت امام احمد کے پاس یہ خط پہنچا تو آپ بہت روئے اور فرمایا:

"انا للہ و انا الیہ راجعون 'اس بصری عالم نے طلب علم میں کافی مال خرچ کردیا ہے۔ لیکن ان کے علم کا یہ حال ہے کہ ان مسائل میں سنت رسول ﷺ کی ہدایت بھی حاصل نہ کرسکے"۔

اس کے بعد جواب تحریر فرمایا جس میں ان تمام مسائل کو سنت کی روشنی میں واضح فرمایا، خط کا پورا مضمون درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے ہر زمانے میں بقایا اہل علم کو محفوظ رکھا، جو

گمراہوں کو ہدایت کرتے ہیں، کتاب اللہ کے ذریعہ مردوں کو زندہ کرتے ہیں، سنت کے ذریعہ ارباب جہل وضلالت کو بچاتے ہیں۔ انھوں نے کتنے قتیل شیطانوں کو زندگی بخشی اور کتنے گمراہ لوگوں کو ہدایت کی۔ عام مسلمانوں پر ان کی کوششوں کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا، ان حضرات نے خدا کے دین سے تحریف غالین اور انتحال مبطلین کو دفع فرمایا، ان گمراہوں نے بدعت کی گندگیوں کو اپنا اعتقاد بنایا۔ فتنوں کی زمام اپنے ہاتھ میں لی۔ کتاب اللہ میں اختلافات پیدا کیے، خدا پر طرح طرح کے بہتان باندھے اور اس کے بارے میں قسم قسم کے خیالات پیدا کیے، اللہ کی ذات ان ظالموں کی ہفوات سے بہت بلند و بالا ہے، انھوں نے خدا کی کتاب میں جہالت کے ساتھ قیاس آرائی کی، ہم اس قسم کے گمراہ کن فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ پر سلام ورحمت نازل فرمائے۔

تمام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سنت کی راہ دکھائے

خدا کے نزدیک سنت پر عمل کرنا محبوب ترین چیز ہے

اما بعد! اللہ ہم کو اور آپ کو ایسے عمل کی توفیق دے، جس میں اس کی رضا مندی ہو، اور ہر ایسی حرکت سے بچائے، جس میں اس کی ناخوشی ہو اور ہم سے وہ کام لے، جو اپنے ڈرنے والے بندوں سے لیتا ہے، خدا سے اسی بات کا سوال ہے۔

آپ کو اور خود اپنے کو تقوی سے سنت رسول اللہ ﷺ اور جماعت مسلمین سے لزوم کی وصیت کرتا ہوں، آپ کو سنت و جماعت کی مخالفت کرنے والوں کا انجام بد اور ان پر عمل کرنے والوں کا حسن انجام معلوم ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہم تک پہونچا ہے:

ان اللہ لیدخل العبد الجنة با لسنة یتمسک بھا.(۲)

اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو صرف ایک سنت کی وجہ سے جنت دیتا ہے، جسے اس نے حرزِ جان بنائے رکھا تھا۔

قرآن کلام اللہ غیر مخلوق ہے

میں حکم کرتا ہوں کہ آپ لوگ قرآن پر کسی چیز کو ترجیح نہ دیں، قرآن اللہ کا کلام ہے، جس چیز کے ذریعہ اللہ نے کلام کیا وہ مخلوق نہیں ہے، جن الفاظ کے ذریعہ قرون ماضیہ کی خبر دی ہے، وہ غیر مخلوق ہیں، لوح محفوظ میں جو کچھ ہے، وہ بھی غیر مخلوق ہے، جو شخص اسے مخلوق کہے، وہ کافر ہے، اور جو ایسے لوگوں کی تکفیر نہ کرے، وہ بھی کافر ہے۔

احادیث اور اقوالِ صحابہ وتابعین کا درجہ

کتاب اللہ کے بعد دین وایمان میں سنت رسول اللہ ﷺ، احادیث نبویہ اور صحابہ وتابعین کا مرتبہ ہے، انبیاء ورسل کے بیانات کی تصدیق کرنا اور اتباع سنت کرنا سراسر نجات ہے، یہ باتیں اہل علم کے بڑے بڑے طبقے سے نقل ہوتی چلی آئی ہیں۔

جہم بن صفوان کے خیالات سے بچتے رہو، کیوں کہ وہ دین میں رخنہ انداز ہے، فرقہ جہمیہ ہمارے علماء کے بیان کے مطابق تین گروہ ہیں، ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے اور مخلوق بھی ہے، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے اور مخلوق اور غیر مخلوق کے بارے میں خاموش ہے، یہ "واقفہ" ہے، اور تیسرا گروہ کہتا ہے کہ قرآن پڑھنے میں جو ہمارے الفاظ ہیں وہ مخلوق ہیں، یہ سارے کے سارے جہمیہ ہیں، اور علماء اس پر متفق ہیں کہ جس کا یہ قول ہو اگر وہ اپنے قول سے توبہ نہ کرے، تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں ہے، اور نہ اس کے فیصلے قابل قبول ہیں۔

ایمان کے بارے میں امام صاحب کا قول

ایمان قول وعمل کا مجموعہ ہے، اس میں کمی بیشی ہوتی ہے، تم نیک کام کرو گے تو ایمان میں زیادتی ہوگی، اور برے کام کرو گے تو نقصان ہوگا، ہوسکتا ہے کہ آدمی ایمان سے خارج ہوکر اسلام میں داخل ہوجائے، اگر توبہ کرے گا تو پھر ایمان میں داخل ہوجائے گا، اور اسلام سے سوائے شرک باللہ کے کوئی چیز نہیں نکال سکتی، یا فرائض خداوندی میں سے کسی

فریضہ کا منکر ہو کر اسے رد کرے تو کافر ہوتا ہے ( ) اور اگر کوئی فریضہ صرف سستی اور کوتاہی سے ترک کیا ہے تو اس کا معاملہ خدا کی قدرت ومشیت کے حوالہ ہے، اگر وہ چاہے تو عذاب دے، اور اگر چاہے تو در گذر فرمائے۔

نوٹ: ایمان واسلام کی یہ تفصیلات حنبلی نقطۂ نظر سے ہیں۔

معتزلہ سے متعلق احکام

معتزلہ کے متعلق ہمارے علماء متفق ہیں کہ وہ گناہ سے تکفیر کے قائل ہیں، پس معتزلہ میں جو اس اعتقاد پر ہوگا اس پر گمان ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ کا ارتکاب کر کے کفر کیا، اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب باپ کے سامنے جھوٹ کہا تو کفر کیا، معتزلہ اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ جو شخص ایک حبہ کی بھی چوری کرے گا، وہ جہنمی ہوگا، اس کی عورت اس سے جدا ہو جائے گی، اگر پہلے اس نے حج کر لیا تھا تو چوری کے بعد اسے دہرائے گا، اس قسم کی باتیں کہنے والے مرتکب کفر ہیں، ان کا حکم یہ ہے کہ نہ ان سے سلام وکلام رکھا جائے، نہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا جائے حتیٰ کہ وہ اپنے عقائد سے توبہ کریں۔

افضلیت علیؓ کے متعلق روافض کا عقیدہ اور اس کا رد

رافضیوں کے متعلق ہمارے اہل علم متفق ہیں کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت علیؓ، حضرت ابو بکرؓ وحضرت عمرؓ سے افضل ہیں، اور حضرت علیؓ کا اسلام حضرت ابو بکرؓ کے اسلام سے پہلے تھا، جو شخص اس عقیدہ کا قائل ہے، وہ کتاب وسنت کو صریحی طور سے رد کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم. الخ (ے)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو مقدم کیا، حضرت علیؓ کو مقدم نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

لو کنت متخذا خلیلا لأتخذت أبا بکر خلیلا و لکن اللہ قد اتخذ

صاحبكم خليلا يعني نفسه. (۸)

اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن خدا نے خود مجھے اپنا دوست بنالیا۔

جو شخص گمان کرتا ہے کہ حضرت علیؓ کا اسلام حضرت ابوبکر کے اسلام سے پہلے تھا، وہ غلطی پر ہے، کیوں کہ حضرت ابوبکر جب مسلمان ہوئے تو ان کی عمر ۳۵ سال کی تھی، اور حضرت علی اس وقت ۷ رسال کے بچے تھے، ان پر شرعی احکام، دینی حدود اور اسلامی فرائض جاری نہیں ہوئے تھے۔

برزخ اور آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے

مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ قضا وقدر کے خیر وشر پر ایمان لائے اور اعتقاد رکھے کہ قضا وقدر کی ہر گوار ونا گوار بات اللہ کی طرف سے ہے، اللہ نے مخلوقات کی پیدائش سے پہلے جنت کو پیدا کیا، جنت کے مستحقین کی بھی تخلیق کی، اس کی نعمتیں دائمی ہیں، جس شخص کا خیال ہے کہ جنت کا کچھ حصہ ضائع ہوجائے گا وہ کافر ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جہنم اور اس کے مستحقین کو پیدا کیا ہے، اس کا عذاب بھی دائمی ہے، جہنم سے لوگ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے ذریعہ نکلیں گے، نیز اعتقاد رکھے کہ اللہ رب العزت کا دیدار کریں گے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے۔

میزان برحق ہے، صراط مستقیم برحق ہے، انبیاء برحق ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، حوض، شفاعت، عرش اور کرسی پر ایمان رکھے اور اس بات پر ایمان رکھے کہ ملک الموت روحوں کو قبض کرتا ہے، پھر انہیں اپنے اپنے جسموں کی طرف لوٹا دیتا ہے، اور مُردوں سے توحید، ایمان اور رسول کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، نفخ صور، جسے حضرت اسرافیل پھونکیں گے اس پر بھی ایمان رکھے، اور اس بات پر بھی ایمان رکھے کہ مدینہ منورہ میں جو مزار مبارک ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف ہے، آپ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ دفن ہیں۔

اعتقاد رکھے کہ بندوں کے دل خدائے تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، دجال کا خروج امت محمدیہ میں ہوگا، اور حضرت عیسیٰؑ عرم میں آکر باب "لُد" پر اسے قتل کر دیں گے، علمائے اہل سنت نے جن باتوں کا انکار کیا ہے وہ منکرات ہیں، تمام بدعات سے پرہیز لازم ہے۔

خلفائے اربعہ علی الترتیب افضل ہیں

آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ سے افضل امت میں کوئی نہیں ہے، ان کے بعد حضرت عمرؓ سے افضل کوئی نہیں ہے، اور اسی طرح حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمان سے افضل کوئی شخص نہیں ہے۔ خلفائے ثلاثہ کے بارے میں ہمارا یہی قول ہے، اور حضرت علیؓ کے بارے میں ہم خاموش ہیں جب کہ ابن عمرؓ کی تفضیل علیؓ والی حدیث سے ثابت نہ ہو جائے، یہ چاروں حضرات خلفائے راشدین ہیں۔

عشرہ مبشرہ کے متعلق ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ جنتی ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

غرض کہ جن جن حضرات کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے، ہم ان کے جنتی ہونے کے قائل ہیں۔

فروعی مسائل صرف فضائل کے لیے ہیں

ہماری تحقیق کے مطابق نماز میں رفع یدین کرنا، اور آمین کہنا حسنات میں زیادتی کا موجب ہے، مسلمان رہنماؤں کے لیے خیر و صلاۃ کی دعا کی جائے، ان پر تلوار سے حملہ نہ کیا جائے، باہمی فتنہ و نزاع کے زمانہ میں ان سے جنگ نہ کی جائے، کسی مسلمان کو اس بات کے کہنے پر مجبور نہ کیا جائے کہ فلاں فلاں جنتی ہیں، البتہ عشرہ مبشرہ جن کے جنتی ہونے کی بشارت رسول اللہ ﷺ نے دی ہے، ان کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔

مختلف اصولی اور فروعی ہدایات

اللہ تعالیٰ کے وہی اوصاف بیان کرو، جنھیں اس نے اپنے لیے بیان فرمایا ہے، اور جن باتوں کی خدا نے اپنے متعلق نفی کی ہے، تم بھی انھیں باتوں کی نفی کرو، اربابِ ضلالت اور اہل اہواء کے ساتھ بحث وتکرار اور جنگ وجدال کرنے سے بچتے رہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معائب بیان کرنے سے رکو، اور ان کے فضائل کو بیان کرو، ان کے باہمی مشاجرات میں خاموش رہو، اہل بدعت سے دینی امور میں مشورہ نہ لیا کرو، اور نہ ایسے لوگوں کو سفر میں ساتھ لو، نکاح کے لیے ولی، خطیب اور دو شاہدین عدلین کی ضرورت ہے، متعہ قیامت تک کے لیے حرام ہے، ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لو، نماز جمعہ، نماز عیدین اور اہل قبلہ میں سے جو شخص مر جائے، اس کی نماز جنازہ پڑھ دو، اس کا معاملہ اللہ پر ہے، ہر امام کی پیروی کرتے ہوئے، جہاد اور حج کے لیے نکلنا چاہیے، تکبیرات جنازہ چار ہیں، اگر پانچ تکبیر امام کہے تو تم بھی علی بن ابی طالبؓ کی طرح پانچ کہو، حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ نماز جنازہ میں امام جتنی تکبیر کہے تم بھی کہو، لیکن امام شافعی نے اس مسئلہ میں مجھ سے اختلاف کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر چار تکبیر سے زیادہ ہو تو نماز کا اعادہ کرے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کہ ”آپ نے نماز پڑھی تو چار تکبیرات کہیں“ میرے سامنے بطور سند کے پیش کیا ہے۔

خفین کا مسح مسافر کے لیے تین دن اور تین رات ہے، اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات ہے اور رات دن کی نفل نمازیں دو دو رکعت ہیں، نماز عید سے پہلے کوئی نماز نہیں ہے (۹) جب مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لو، وتر ایک رکعت ہے، اقامت کہنا ضروری ہے، ارباب ہواء کے مقابلہ میں بہر حال اہل سنت کو محبوب سمجھتا ہوں، چاہے ان میں کوئی عیب ہی کیوں نہ ہو، اللہ ہمیں اور آپ کو اسلام اور سنت پر موت دے، اور علم عطا فرمائے، اور اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق دے۔ (سیرت امام احمد، ابن جوزیؒ، ص)

شیخ الاسلام ہرویؒ کو جب ارباب بدع و تعطیل نے جلاوطن کیا، تو تمام کتابیں گھر

میں چھوڑ دیں، صرف اس مکتوب کو توشۂ سعادت سمجھ کر اپنے ساتھ لیا، حافظ ابن مندہ کا قول ہے کہ جس شخص نے اس وصیت کو پڑھا اور عمل کیا تو وہ "ان عبادی لیس لک علیھم سلطان" (۱۰) کا ٹھیک مصداق ہے، حافظ موصوف اپنے اکثر خطبات اسی خطبہ سے شروع کرتے ہیں، حافظ ابن جوزی کا قاعدہ تھا کہ اپنے اس وعظ میں جن میں خلیفہ بغداد حاضر ہوتا تھا، اسی خطبہ سے شروع فرماتے تھے، حجۃ الاسلام حافظ ابن قیم تو اس کے ایسے شیفتہ ہوئے کہ اپنی اکثر کتابوں کو اسی سے شروع کرتے ہیں۔ (تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد ص ۱۹۳،۱۹۴)

بنام خلیفہ متوکل (۱۱)

بواسطہ عبداللہ بن یحییٰ بن خاقان

عبداللہ بن یحییٰ بن خاقان نے حضرت امام احمد کے پاس حسب ذیل خط لکھا:

امیر المومنین خلیفہ متوکل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ایک خط کے ذریعہ آپ سے قرآن کے متعلق کچھ سوالات کروں اور آپ ان کے جوابات تحریر فرمائیں، واضح رہے کہ یہ سوالات امتحان و آزمائش کی غرض سے نہیں کیے جارہے ہیں، بلکہ مقصد صرف بصیرت اور معرفت ہے۔

آپ نے اس خط کا یہ تفصیلی جواب عبداللہ بن یحییٰ کے پاس تحریر فرمایا۔

متوکل کی دینی خدمات پر اطمینان وتشکر اور دعا

ابوالحسن! اللہ آپ کے جملہ امور کو انجام تک پہونچائے اور دنیا اور آخرت کی ساری مشکلات اپنی رحمت سے حل فرمائے، آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں :

"امیر المومنین (اعز اللہ تائیدہ) میری علمی استعداد کے مطابق قرآن کے بارے میں کچھ سوال کرتے ہیں"۔

میں اللہ کی جناب میں دست بدعا ہوں کہ وہ امیر المومنین کو امور دینیہ کے لیے دائمی توفیق عطا فرمائے، امیر المومنین متوکل کی خلافت سے پہلے عوام کا یہ حال تھا کہ وہ باطل مباحثے

اور شدید اختلافات کی خلیج میں غوطہ لگا رہے تھے، جب امیر المومنین کا دورِ خلافت آیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ ہر قسم کی بدعات کا خاتمہ کیا، باہمی ذلت وتنگ دلی کی تمام مہیب تاریکیاں مطلع عوام سے چھٹ گئیں، ایک دینی انقلاب پیدا ہو گیا، اور امیر المومنین کی بدولت ہر قسم کی لادینیت مٹ گئی، جس کی وجہ سے مسلمانوں میں بڑا انقلابی اثر ظاہر ہوا، اور ہر طرف سے امیر المومنین کے لیے دعائیں ہونے لگیں، میں اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہوں کہ امیر المومنین کے حق میں صالح دعائیں مقبول ہوں، اور امیر المومنین کے یہ اہم دینی کام پایہ تکمیل کو پہنچیں اللہ ان کی نیک نیتوں میں زیادتی کرے، اور موجودہ روش پر ان کی مدد فرمائے۔

قرآن حکیم کے مضامین میں اختلاف نہ نکالو، اس سے اعتقادی اور عملی کمزوری ہو جائے گی، اس قسم کے اختلاف کی وجہ سے اگلی قومیں ہلاک ہوئی ہیں، تمہارا جذبہ تسلیم ورضا یہ ہونا چاہئے کہ جس چیز کا حکم دیا گیا، اسے کرو، جس سے روکا گیا، رکو، کبھی کبھی یہ اختلاف اور باہمی علمی نمائش حد کفر تک پہنچ جاتی ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ارشاد ہے:

لا تضربو كتا ب الله بعضه ببعض فان ذالک يو قع الشک فی قلو بکم.(۱۲)

قرآن کے مضامین کو ایک دوسرے سے نہ ٹکراؤ، کیوں کہ اس کی وجہ سے تمہارے قلوب میں شکوک وشبہات پیدا ہو جائیں گے۔

(۲) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ چند صحابی رسول اللہ ﷺ کے در اقدس پر حاضر تھے، ان میں سے کسی نے کہہ دیا کہ "کیا اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا ہے؟ یہ جملہ سن کر آپ حجرہ سے باہر تشریف لائے، اس وقت چہرہ مبارک غصہ کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا، آپ نے جماعت صحابہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

أبهٰذا أمرتم !أن تضربو ا كتا ب الله بعضه ببعض انما ضلت الأمم قبلكم فی مثل هٰذا أنكم لستم مما هٰهنا فی شیء انظرو ا الذي أمرتم به فا عملو ا به انظرو االذی نهيتم فا نتهوا عنه. (۱۳)

کیا تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ کتاب اللہ کے مضامین میں تعارض پیدا کرو؟ اس قسم کی کج بحثی کی وجہ سے اگلی قومیں ہلاک ہو چکی ہیں، تمہیں ان باتوں کا کوئی حق نہیں ہے، بلکہ جن باتوں کا حکم ہے، انھیں بجالاؤ، اور جن باتوں سے روکا گیا ہے، ان سے باز رہو۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مراء فی القرآن کفر. (۱۴)

قرآن کریم میں جنگ وجدال کر کے اپنی نمائش کرنا کفر ہے۔

(۴) ابو جہم نامی ایک صحابی نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے:

لا تماروا فی القرآن فان مراء فیه کفر. (۱۵)

قرآن کے بارے میں نام ونمود کی کوشش نہ کرو، کیوں کہ یہ کفر ہے۔

(۵) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں کہیں سے ایک آدمی آیا، حضرت عمرؓ اس سے وہاں کے عام مسلمانوں کے حالات دریافت کرنے لگے، اس نے جواب دیا کہ ”عوام میں سے فلاں فلاں نے قرآن پڑھ لیا ہے“۔ جب میں نے یہ بات سنی تو کہا کہ ”آج کل قرآن کے بارے میں لوگوں کی یہ تیز رفتاری مجھے پسند نہیں ہے“۔ یہ جملہ سن کر حضرت عمرؓ نے مجھے ہاتھ سے روکا، اور فرمایا: ”خاموش رہو“۔ خلیفۃ المسلمین کے اس رویہ سے مجھے دلی رنج ہوا، اور اپنے مکان پر چلا آیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص نے آکر کہا کہ ”امیر المومنین کو لبیک کہئے“۔ میں سنتے ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا آپ اپنے دروازے پر کھڑے میرا انتظار کر رہے ہیں، مجھے دیکھتے ہی ہاتھ پکڑ کر گھر میں لے گئے اور فرمایا: ”اس شخص کی بات کو آپ نے کیوں برا مانا“۔ میں نے کہا کہ ”میری ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ جب لوگ اس تیزی کے ساتھ قرآن کی تعلیم حاصل کریں گے تو آپس میں لاگ اور مسابقت کی شکل پیدا ہوگی، جس سے باہمی اختلاف رونما ہوگا، اور لڑائی جھگڑے کی نوبت آجائے گی، جس کا لازمی نتیجہ جنگ کی صورت میں ظاہر ہوگا، اور چوں کہ قرآن کے سلسلہ میں نزاع ومراء اور نمائش کی سخت وعید آئی ہے، اس لیے میں نے یہ بات ناپسند کی ورنہ

نفس قرآن کی تعلیم تو ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے''۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباس کی بڑی تعریف و تحسین کی اور اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا'' کاش! کہ میں اس شخص کی بات کو عوام سے پوشیدہ رکھتا اور جب آپ بھی مجمع میں تشریف فرما ہوتے تو لوگوں سے بیان کرتا''۔(۱٦)

قرآن حکیم اللہ کا کلام ہے

(۱)حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایام حج میں مختلف قبائل کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو مخاطب کر کے فرماتے:

هل من رجل يحملني الى قومه فا ن قريشا قد منعو نى ان أبلغ كلا م ربي.(١٧)

کیا کوئی شخص اپنے قبیلہ کے پاس مجھے لے چلے گا کہ میں اسلام کی تبلیغ کر سکوں،قریش نے تو ''میرے رب کے کلام'' کی تبلیغ سے مجھے روک دیا ہے۔

(۲)حضرت جبیر بن نفیرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

انكم لن ترجعوا الى الله بشيء أفضل مما خرج عنه يعني القرآن.(١٨)

تمہارے خدا تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ وہی چیز ہے جو اس سے نکلی ہے،یعنی قرآن.

(۳)حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان ہے:

جو دوا القرآن ولا تكتبوا فيه الا كلا م الله.(١٩)

قرآن کو الگ لکھا کرو،اس میں کلام اللہ کے علاوہ کچھ نہ لکھو۔

(۴)حضرت عمر بن خطابؓ کا ارشاد ہے:

ان هذا القرآن كلا م الله فوضعوه على مواضعه.(٢٠)

یہ قرآن کلام اللہ ہے،اسے اپنے مقام پر رکھو۔

(۵)ایک شخص نے حسن بصریؒ سے کہا: ابوسعید! جس وقت میں اللہ کی کتاب پڑھتا ہوں اور اس میں غور کرتا ہوں،پھر اپنے عمل پر نظر کرتا ہوں تو میری تمام امیدیں منقطع معلوم ہونے لگتی ہیں۔

یہ سن کرامام حسن بصریؒ نے فرمایا:

ان القرآن كلام الله وأعمال بني آدم الى الضعف و التقصير فاعمل وابشر. (۲۱)

قرآن ''کلام اللہ'' ہے، بنی آدم کے اعمال دن بدن کم اور ضعیف ہوتے جاتے ہیں، تم عمل کیے جاؤ، اور اچھی امید رکھو۔

(۶) فروہ بن نوفل اشجعی کا بیان ہے کہ صحابی رسول حضرت خبابؓ کے پڑوس میں میرا مکان تھا، ایک روز میں نماز کے بعد مسجد سے ان کے ہمراہ نکلا، میرا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھا، آپ نے فرمایا:

تقرب الى الله بما استعطت فانک لن تقرب الى الله بشيء أحب اليه من كلامه. (۲۲)

تم جس چیز سے خدا کی قربت حاصل کر سکتے ہو، کرو، البتہ خدا کی قربت کے لیے اس کی محبوب ترین چیز اس کا ''کلام'' ہے۔

دین میں جھگڑے سے بچنا اور سنت پر عمل کرنا

(۱) ایک شخص نے حکم بن عتبہ سے پوچھا کہ دین میں بدعات پیدا کرنے والوں کو کس چیز نے اس حرکت پر آمادہ کیا، آپ نے فرمایا باہمی خصومت اور جھگڑے اس کا باعث ہوئے۔ (۲۳)

(۲) معاویہ بن فروہ جن نے والد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، ان کا ارشاد ہے:

ایاکم هذه الخصومات فانها تحبط الأعمال. (۲۴)

خبردار! ان جھگڑوں میں نہ پڑنا، کیوں کہ یہ اعمال کو مٹا دیتے ہیں۔

(۳) ابوقلابہ کو کئی صحابہ سے شرف ملاقات حاصل ہے، وہ فرماتے ہیں:

لا تجالسوا أهل الأهواء أو قال أصحاب الخصومات فانی لا آمن أن يغمسوا فى ضلالهم أو يلبسوا عليكم بعض ما تعرفون. (۲۵)

نفس پرستوں اور جھگڑا کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھو، مجھے ڈر ہے، وہ لوگ تمہیں بھی گمرا
ہی میں لے ڈوبیں گے، ورنہ کم از کم تمھاری جانی پہچانی حقیقت میں تو شک پیدا ہی کر دیں گے۔

(۴) دو بدعتی محمد بن سیرین کے پاس آئے، اور انھوں نے کہا ابو بکر! ہم آپ سے ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا میرے سامنے تم لوگ حدیث بیان نہ کرو، اس پر انھوں نے کہا: اچھا قرآن کی ایک آیت آپ کو سنانا چاہتے ہیں، آپ نے اس سے بھی انکار فرمایا، اور کہا کہ تم لوگ میرے سامنے سے اٹھ جاؤ، ورنہ میں خود چلا جاؤں گا، یہ سن کر وہ دونوں چلے گئے، حاضرین درس میں سے ایک شخص نے امام ابن سیرین سے تعجب سے سوال کیا کہ ابو بکر! آپ کے سامنے قرآن کی آیت پڑھنے میں کیا حرج تھا؟

آپ نے فرمایا:

اني خشيت أن يقرأ على اية فيحرفا ها فيقر ذٰلک فی قلبی. (۲۶)

مجھے خوف تھا کہ یہ دونوں کوئی آیت محرف کر کے پڑھ دیں گے اور وہ آیت اسی طرح میرے دل میں جم جائے گی۔

(۵) حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بدعتی نے کہا۔ ابو بکر! میں آپ سے ایک مسئلہ معلوم کرنا چاہتا ہوں، یہ سن کر آپ نے اپنا منہ اس طرف سے پھیر لیا اور فرمایا:

لا ولا نصف کلمه. (۲۷)

نہیں نہیں آدھی بات بھی نہیں کر سکتے ہو۔

(۶) حضرت امام ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے کو ایک بدعتی سے کلام کرتے ہوئے دیکھا تو کہا:

یا بنی ادخل اصبعیک فی اذنیک حتیٰ لا تسمع مایقول ثم قال اشدد اشدد. (۲۸)

بیٹے اپنی انگلی کان میں ٹھونس لو، تاکہ اس کی بات نہ سن سکو، خوب ٹھونس لو، خوب ٹھونس لو۔

(۷) حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کا قول ہے:

من جعل دينه غرضاًللخصومات اكثر التنقل. (۲۹)

جو آدمی اپنے دین کو جھگڑوں کا نشانا بناتا ہے، بہت زیادہ غچہ کھاتا ہے۔

(۸) ابراہیم نخعی کا قول ہے:

ان القوم لم يد خر عنهم شيء خبيء لكم مفصل عند كم. (۳۰)

قوم کے خزانۂ علم و دیانت میں کوئی ایسی چیز تم سے نہیں چھپا رکھی گئی ہے، جو تمہارے لیے بہتر ہے، بلکہ ہر بات بیان کر دی گئی۔

(۹) حضرت امام حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے:

شر داء خالط قلباً يعني الهواء. (۳۱)

خواہش نفس دل کی بدترین بیماری ہے۔

(۱۰) صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت حذیفہ ابن یمانؓ کا قول ہے:

اتقوا الله معشر القراء وخذوا طريق من كان قبلكم والله لئن استقمتم فقد سبقتم سبقاً بعيدا. ولئن تركتموه يميناً و شمالاً فقد ضللتم ضلالاً بعيداً او قال مبينا. (۳۲)

قرائے اسلام! تقویٰ کی زندگی اختیار کرو، اپنے اگلوں کی راہ پکڑو، خدا کی قسم اگر تم ان ہی کی راہ پر قائم رہو گے تو بہت آگے نکل جاؤ گے اور انہیں چھوڑ کر دائیں بائیں دیکھو گے تو صریح گمراہی میں بہت دور نکل جاؤ گے۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار اگرچہ سند کے ساتھ نہیں لکھے گئے مگر یہ سب صحیح ہیں، اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔

امیر المومنین کو معلوم ہے کہ میں نے احادیث نہ بیان کرنے کی قسم کھائی ہے، اسی بنا پر مذکورہ احادیث و آثار کے اسانید کا ذکر میں نے قصداً چھوڑ دیا ہے، اگر یہ عذر نہ ہوتا تو ان تمام احادیث کو اس خط میں ان کی سند کے ساتھ بیان کر دیتا، پس یہ مذکورہ بالا باتیں بے سرو پا نہیں ہیں بلکہ صحیح مرویات ہیں اور ان کی اسناد موجود ہیں۔

قرآن حکیم کلام اللہ ہے، یہ امر ہے خلق نہیں ہے

(۱) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ "كَلَامَ اللّٰهِ"

اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو پناہ دے دو تا کہ "کلام اللہ" سن لے۔ (۳۳)

(۲) نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ. (۳۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے "خلق قرآن" کو بیان فرمایا ہے، اور اس کے بعد "امر" کہا ہے، یہاں اس بات کی خبر دی ہے کہ "امر" خلق کے علاوہ چیز ہے۔

(۳) اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ. (۳۵)

رحمان نے قرآن سکھایا، انسان کو پیدا کیا اسے بیان سکھایا ہے۔

اس آیت میں بتایا ہے کہ قرآن اللہ کے علم سے ہے۔

(۴) وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ. (۳۶)

یہود و نصاریٰ اس وقت تک آپ سے رضا مند نہیں ہو سکتے ہیں جب تک آپ ان کا طریقہ اختیار نہ کر لیں، آپ فرما دیجیے کہ خدا کی ہدایت اصل ہدایت ہے، اگر آپ بالفرض ان کی خواہشوں کا اتباع کر لیں، آپ کے پاس علم آجانے کے بعد تو آپ کے لیے خدا کی طرف سے کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

(۵) وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ. (۳۷)

اگر آپ اہل کتاب کے سامنے تمام نشانی پیش کریں، تب بھی وہ آپ کے قبلہ کی طرف رخ نہیں کر سکتے، آپ ان کے قبلہ کے تابع نہیں ہیں، اور خود اہل کتاب ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں ہیں، اگر آپ ان کی خواہشوں کی اطاعت کریں گے، آپ کے پاس علم آنے کے بعد تو آپ اس وقت اپنے پر زیادتی کریں گے۔

قرآن اللہ کے علم سے ہے، اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ لے کر مبعوث ہوئے، یعنی قرآن وہ علم ہے، جیسا کی اس آیت میں اس کی تصریح ہے:

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِيْنَ. (۳۸)

قرآن غیر مخلوق ہے

ہم سے پہلے جو سلف صالحین رحمہم اللہ گذر چکے ہیں ان میں سے متعدد حضرات سے یہی مروی ہے :

القرآن كلام الله و ليس مخلوقاً. (۳۹)

قرآن اللہ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے۔

مسئلہ قرآن کے بارے میں میرا یہی مسلک ہے۔

باریکیوں میں نہ پڑنا بلکہ کتاب وسنت کی اتباع کرنا

میں متکلمین کی جماعت سے نہیں ہوں اور نہ میں علم کلام کے نقطۂ نظر سے مذکورہ بالا باتوں کو دیکھتا ہوں، میری گفتگو صرف کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ و تابعین کے اقوال و آثار کی حدود میں ہوتی ہے، ان کے علاوہ کلام کرنا میرے نزدیک نامناسب ہے۔

نیکی پر ثابت قدمی کی دعا

آخر میں میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کرتا ہوں کہ وہ امیر المومنین کی عمر دراز

کرے۔ اور انھیں ثابت قدم رکھے اور امداد خاص سے ان کی مدد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی قدرت حاصل ہے۔ (کتاب السنہ لعبداللہ بن الامام احمد طبع مکہ مکرمہ ص ۱۶۰ تا ۱۹۰)

بنام خلیفہ متوکل

بواسطہ ابوعلی عبدالرحمان بن یحییٰ بن خاقان

ابوعلی بن عبدالرحمان بن یحییٰ بن خاقان کا بیان ہے کہ خلیفہ متوکل نے مجھے حکم دیا کہ امام احمد کو لکھ کر دریافت کرو کہ عہدۂ قضا کس کے سپرد کیا جائے، چنانچہ میں نے امام صاحب کے نام ایک خط روانہ کیا۔

ابومزاحم کا بیان ہے کہ جب ابوعلی عبدالرحمان بن یحییٰ کا خط آیا، تو میں نے اپنے چچا امام احمد سے عرض کیا کہ آپ بینائی سے معذور ہو رہے ہیں۔ اس لیے جواب کا مسودہ تیار کر کے میرے پاس بھیج دیجیے، میں باقاعدہ جواب لکھ دوں گا۔

چنانچہ چچا نے ایک پرزہ پر جواب کا مسودہ روانہ فرمایا۔ میں نے اسے صاف کرنے کے بعد ان کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے اس کے مضامین کی تصدیق کر دی کہ ہاں یہی مضمون میں نے تمہارے پاس بھیجا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس خط میں جو کچھ درج ہے، میں نے پہلے اسے امام احمد سے دریافت کر کے لکھا پھر ان کے سامنے پیش کیا۔ انھوں نے اسے پڑھ کر اپنے صاحب زادے عبداللہ کو حکم دیا کہ اس خط کے نیچے لکھ دو کہ "یہ خط بحکم احمد بن حنبل لکھا گیا ہے"۔ میں نے مندرجہ ذیل لوگوں کے متعلق امام احمد صاحب کی رائے معلوم کی اور آپ نے حسب ذیل جواب دیا۔

مسلمانوں کے معاملات کی ذمہ داری ارباب دیانت اور اہل استقامت کو دینی چاہئے، اس میں بڑی جانچ سے کام لینا چاہیے، اہل بدع واہواء دینی معاملات کے ذمہ دار ہوں گے تو عام ابتری پیدا ہو جائے گی۔ مندرجہ ذیل اشخاص اس قابل نہیں کہ قاضی بنائے

جائیں، کیوں کہ وہ دین کی صحیح روح کھو چکے ہیں:

احمد بن رباح کے متعلق فرمایا کہ وہ جہمی ہونے میں مشہور ہے، اگر وہ مسلمانوں کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنا تو اپنی جہمیت اور بدعت کی وجہ سے ان کے لیے ضرر رساں ثابت ہوگا۔ (۴۰)

ابن خلجی کے متعلق فرمایا کہ اس کے حالات بھی احمد بن رباح ہی جیسے ہیں۔ (۴۱) وہ بھی مشہور جہمی ہے، نیز جہمیوں میں بڑا خطرناک ہے، اور عوام کے لیے بہت ہی نقصان دہ ہے۔

شعیب بن سہیل کے متعلق فرمایا کہ وہ مشہور جہمی ہے۔ (۴۲)

مقام اہواز کے قاضی محمد بن منصور کے متعلق فرمایا وہ قاضی ابن ابی داؤد معتزلی کے نواح میں اس کے کاموں میں شریک تھا۔ البتہ اپنی جماعت میں سب سے اچھا آدمی ہے۔ اس کے خیالات معلوم نہیں ہیں۔ (۴۳)

ابن جعد کے متعلق فرمایا کہ وہ عوام میں مشہور جہمی تھا، اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس نے جہمیت سے توبہ کر لی۔ (۴۴)

فتح بن سہل کے متعلق فرمایا کہ وہ بشر مریسی کے ساتھیوں میں سے مشہور جہمی ہے اور وہ ضرر رسانی کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ مسلمانوں کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنایا جائے۔

ابن ثلجی کے متعلق فرمایا کہ وہ نفس پرست بدعتی ہے۔ (۴۵)

ابراہیم بن عتاب کے متعلق فرمایا کہ مجھے اس کے متعلق اس کے علاوہ اور کچھ نہیں معلوم کہ وہ بشر مریسی کی جماعت کا آدمی ہے اس لیے بہتر ہے کہ اس سے بچا جائے، اس کے نزدیک نہ ہوا جائے اور نہ وہ مسلمانوں کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنایا جائے۔

بہر حال ارباب بدع واہواء سے مسلمانوں کے معاملات میں استعانت نہ لینی چاہئے، کیوں کہ ایسی صورت میں دین کا سراسر نقصان ہوگا، اور اس صورت میں ہرگز ان سے مدد نہ لینی چاہیے، جب کہ امیر المومنین اطال اللہ بقاءہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ سنت سے تمسک کر کے اہل بدعت کی مخالفت کی جائے۔

احمد بن محمد بن حنبل کہتا ہے کہ عبدالرحمان بن یحییٰ بن خاقان نے مجھ سے ان باتوں کو

دریافت کیا تھا، جو اس خط میں درج ہیں، میں نے جواب لکھا، لیکن میں آنکھ کا مریض اور کمزور ہونے کی وجہ سے اپنے ہاتھ سے جواب لکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں، اس لیے میرے بیٹے عبداللہ نے میرے سامنے اس خط کے نیچے دستخط کر دی ہے، میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ امیر المومنین کی عمر دراز فرمائے، اس پر ہمیشہ نگاہ عافیت رکھے اور اپنے فضل قدرت سے نیک کاموں کی توفیق دے اور اس بارے میں اس کی اچھی مدد کرے۔ (مناقب امام احمد ابن جوزی ص ۱۸۳ و ۱۸۴)

بنام عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان

دینی امور میں قرآن وسنت اور اقوال صحابہؓ سے ہٹکر عقلی دلائل سے کام لینا بے کار ہے:

اسلام کے بعد میں کلام کا قائل نہیں ہوں اور نہ دینی مسائل میں کلام کو مناسب سمجھتا ہوں، البتہ جس قدر کلام کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اقوال صحابہ سے ثابت ہے میں اس کا قائل ہوں، ان تین باتوں کے علاوہ میں کلام کرنا فضول اور نامناسب سمجھتا ہوں۔

بنام اسحاق بن حسان

اسحاق بن حسان کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد کے پاس اپنی شادی کے سلسلہ میں مشورہ لینے کے لیے خط لکھا تو آپ نے اس کے جواب میں سلام کے بعد تحریر فرمایا:

زن وشوئی کے تعلقات میں حتی الامکان خرابی نہ ہو۔

باکرہ عورت سے شادی کرو اور اس بات کا خیال رکھو کہ اس عورت کی ماں نہ ہو ورنہ وہ ہر بات جا کر کہا کرے گی۔

بنام سعید بن یعقوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب احمد بن محمد بنام سعید بن یعقوب، حمد وصلوٰۃ کے بعد معلوم کرو کہ دنیا اور سلطنت بیماریاں ہیں اور عالم دین طبیب ہے۔ جب تم اس طبیب کو دیکھو کہ اس بیماری کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے، تو ایسے عالم سے تمہیں پرہیز لازم ہے۔ والسلام علیک۔ (سیرۃ ابن جوزی ص ۲۰۷)

بنام محسنے !

ایک شخص نے آپ کے پاس چار ہزار درہم بھیجے اور خط لکھا کہ:

''ابو عبد اللہ ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج کل آپ عسرت اور تنگ دستی سے بسر کر رہے ہیں، اور آپ پر قرضہ بھی چڑھ گیا ہے۔ میں فلاں شخص کے ذریعہ چار ہزار کی یہ حقیر رقم آپ کے پاس روانہ کر رہا ہوں۔ تاکہ آپ اسے اپنے متعلقین پر خرچ کریں۔ نیز اس سے قرض بھی ادا فرما دیں۔ واضح رہے کہ یہ رقم خیرات کی نہیں ہے، بلکہ مجھے باپ کے ورثہ میں ملی ہے''۔

آپ نے اس آدمی کے پاس یہ خط تحریر فرمایا:

سلام کے بعد آپ کا خط ملا۔ الحمد للہ کہ ہم لوگ بعافیت ہیں۔ قرض کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کا ہے جو ہمیں پریشان نہیں کرتا، اور اہل وعیال خدا کے فضل وکرم سے اس کی نعمت سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔ (تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۳۹)

بنام برادر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر! کیا اس عمر کے پہنچنے پر بھی آپ کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ آپ عوام سے کبیدہ خاطر ہو جائیں۔ حالانکہ ہمارے اسلاف یعنی صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کا حال یہ تھا کہ جب ان کی عمر چالیس کو پہنچ جاتی تو عام لوگوں سے ملنا جلنا اور ملاقات کرنا بند کر دیتے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مخبوط الحواس ہو گئے ہیں، وہ دنیا سے الگ ہو کر موت کی تیاری میں لگ جاتے تھے۔ (صفوۃ الصفوۃ ابن جوزی)

بنام صالح بن امام احمد

جس زمانہ میں آپ مقام عسکر میں نظر بند تھے۔ اور چھوٹے صاحبزادے ابو الفضل صالح بغداد واپس آ گئے تھے۔ آپ نے ان کے پاس یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ تمہیں نیک انجام بنائے، اور دنیا کی تمام بلیات ومکروہات سے محفوظ

رکھے، تم سے پہلے تمہارے بڑے بھائی عبداللہ سے میں نے کہا تھا، کہ وہ بغداد ہی میں رہیں اور میرے پاس عسکر میں نہ آئیں اور آج تمہارے پاس اسی مضمون کا خط لکھ رہا ہوں، میری تمنا ہے کہ یہاں پر میرا چرچا نہ ہونے پائے۔ تم لوگوں کی موجودگی میں میرا تذکرہ ہوتا رہتا ہے، اور تمہاری مجلسوں میں رہنے والے جب واپس جاتے ہیں تو میرا تذکرہ ادھر ادھر کیا کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ باتیں اچھی ہوتی ہیں، لیکن میں کسی طرح یہ نہیں چاہتا کہ لوگ میرے حالات سے واقف ہوں اور عقیدت مندی کے نام پر میرے لیے مصیبت بنیں۔

پیارے بیٹے صالح! اگر تم اور تمہارے بھائی عبداللہ بغداد میں رہو اور میرے پاس نہ آؤ تو اس میں میری عین خوشی ہے، ان سطور سے اپنے دل میں کوئی خیال نہ لانا، بلکہ اس میں تم لوگوں کے لیے سراسر بھلائی ہے۔ (احمد بن حنبل ص ۱۳۷)

ایضاً بنام صالح

اسی زمانہ میں آپ نے ابوالفضل صالح کے نام یہ دوسرا مکتوب عسکر سے روانہ فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ تمہیں نیک انجام بنائے، اور اپنی رحمت سے تمام برائی سے تم کو دور رکھے، یہ خط تمہارے نام ہے، لہٰذا تم اپنے کو مخاطب تصور کر کے اس پر عمل کرو، یہاں میرے پاس اللہ کی دی ہوئی ساری نعمت مہیا ہے، خدا تعالیٰ انھیں اور زیادہ کرے، اور شکر کی توفیق دے، اب میری زندگی کی مشکل گرہیں کھل چکی ہیں، یہاں پر جو دوسرے علماء ہیں بادشاہ کے عطیات قبول کر کے ان کی خواہشوں کے تابع ہو گئے ہیں، دربارِ شاہی سے ان کے وظیفے مقرر ہو گئے ہیں، درحقیقت یہی وظیفے ان کے لیے زنجیر بن گئے ہیں، جن میں وہ جکڑ چکے ہیں، اور اب ان کا حال یہ ہے کہ دین میں نئے نئے باب کا اضافہ کرتے ہیں، شاہی دربار میں جا کر رات دن بادشاہ کی چشم وابرو کو دیکھتے رہتے ہیں، ہم تو اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتے ہیں ہمیں ایسے دنیادار علماء کے شر سے محفوظ رکھے اور ان کی صحبت سے بچائے۔

میں یہاں پر جس مکدر فضا اور غیر دینی ماحول میں گھرا ہوں، اگر اس سے مجھے نجات

دلانے کے لیے تمہیں اہل و مال کا فدیہ ادا کرنا پڑے اور میری خلاصی ہو جائے تو تم اسے بہت ہی سہل نسخہ سمجھو، ان حالات میں رہ کر اگر تمہارے پاس اس قسم کے خطوط لکھوں، تو تمہاری طبیعت پر گراں باری نہ ہونی چاہیے، یہ فتنہ وفساد کا زمانہ ہے، تم لوگ گھر سے باہر قدم مت نکالو، یقیناً اللہ تعالیٰ میری رہائی کی کوئی نہ کوئی سبیل نکالے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ (ایضاً ص ۱۳۸)

وصیت نامہ بنام ورثاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمد بن محمد بن حنبلؒ نے مندرجہ ذیل باتوں کی وصیت کی:

(۱) وصیت کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق دیکر مبعوث فرمایا، تاکہ انھیں تمام ادیان پر فتح دے، چاہے اس بات سے مشرکین کو دلی رنج ہی کیوں نہ ہو۔

(۲) میرے اہل وعیال اور متعلقین میں سے جو لوگ میری اطاعت کرتے ہیں، انھیں وصیت کرتا ہوں کہ وہ خدا کی عبادت کرنے والوں کے ساتھ مل کر اس کی عبادت کریں، اور اس کی حمد وثنا کرنے والوں میں مل کر اس کی حمد وثنا کریں، اور عامۃ المسلمین کی خیر خواہی اور نصیحت میں لگے رہیں۔

(۳) وصیت کرتا ہوں کہ میں اللہ کی ربوبیت اور اسلام کی حقانیت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے راضی ہوں۔

(۴) وصیت کرتا ہوں کہ عبداللہ بن محمد یعنی بوران کے پچاس دینار میرے ذمہ باقی ہیں، وہ اس دعوے میں حق بجانب ہوں گے، لہٰذا ان کا یہ قرض اس آمدنی سے ادا کیا جائے، جو انشاء اللہ میرے مکان کے کرایہ سے وصول ہوگی، اس کے بعد جو کچھ بچ رہے اس میں سے عبداللہ اور صالح کے بال بچوں سب اولاد ذکور واناث کو دس دس درہم دیے جائیں۔

گواہ: (ابو یوسف)

صالح وعبداللہ پسران احمد بن حنبل

(ایضاً ص ۱۳۸، ۱۳۹)

حواشی

١- طبقات الشافعية ج ١ص ٢٠٧، مناقب امام احمد ص ٣١٢، تاريخ دمشق ج ٢.
٢- تاريخ بغداد، طبقات الشافعية، مناقب امام احمد وغير ذلک.
٣- تهذيب التهذيب ج ١ ص ٧٥.
٤- مناقب امام احمد، تاريخ دمشق وغير ذلک.
٥- مناقب امام جوزی.
٦- طبقات الحنابلة ج ١ ص ٣٤٢.
٧- سورة الفتح الآية ٢٩.
٨- رواه مسلم ج ٤ حديث ١٨٥٥ بخاری ج ٣ حديث ١٤١٧ مسند احمد ج ١ ص ٣٨٩
٩-حنفیہ کے نزدیک وتر تین رکعت ہے۔
١٠- سورة الحجر الآية ٤٢.
١١-متوکل ٢٣٢ھ میں خلیفہ ہوتے ہی علمائے اہل سنت کو آزادی دی، سنت رسول کی تائید کی، اور تمام خلافت میں اس کا درس جاری کیا، اس کے زمانے میں دینی علوم کو خوب ترقی ہوئی، علمائے اسلام نے اس کی مساعی جمیلہ کو شاندار انداز میں سراہا۔
١٢- رواه ابن ابی شيبة فی المصنف ج٦ص ١٤٢، السنة لعبد الله بن احمد ج ١ ص ١٣٤، حلية الاولياء ج٩ ص ٢١٦.
١٣- رواه احمد فی المسند ج٢ص ١٩٥، حلية الاولياء ج٩ص ٢١٩.
١٤- رواه احمد فی المسند ج٢ص ٢٨٦، شعب الايمان ج٢ص ٤١٦.
١٥- السنة لعبد الله بن احمد ج ١ ص ١٣٥، حلية الاولياء ج٩ ص ٢١٦.
١٦- سير اعلام النبلاء ج ١١ ص ٢٨٣.
١٧- رواه الحاكم فی المستدرک ج٢ص ٦٢٩، الترمذی فی جامعه ج٥ص ١٨٤. وقال: هذا حديث غريب.
١٨- رواه الحاكم فی المستدرک ج٢ص ٤٧٩، ٢وقال: هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه، الترمذی فی جامعه ج٥ص ١٧٧.
١٩- تفسير القرطبی ج ١ ص ٢٣، سير اعلام النبلاء ج ١١ ص ٢٨٤.
٢٠- سير اعلام النبلاء ج ١١ ص ٢٨٤.

۲۱- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۸۴.
۲۲- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۸۴.
۲۳- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۸۴.
۲۴- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۸۴.
۲۵- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۸۵.
۲۶- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۸۵.
۲۷- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۸۵.
۲۸- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۸۵.
۲۹- سنن دارمی ج ۱ ص ۱۰۲ ، الموافقات ج ۴ ص ۳۲۰
۳۰- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۸۵.
۳۱- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۸۵.
۳۲- رواہ البخاری فی صحیحہ بمعناہ ج ۶ حدیث ۲۶۵۶،
وابن ابی شیبۃ فی المصنف ج ۱ ص ۱۳۹ ،
واللفظ للسنۃ لعبد اللہ بن احمد ج ۱ ص ۱۳۹ .
۳۳- سورۃ التوبہ الآیۃ ۶ .
۳۴- سورۃ الاعراف الآیۃ ۵۴.
۳۵- سورۃ الرحمٰن الآیۃ ۱-۴.
۳۶- سورۃ البقرۃ الآیۃ ۱۲۰ .
۳۷- سورۃ البقرۃ الآیۃ ۱۳۵ .
۳۸- سورۃ البقرۃ الآیۃ ۱۳۵ .
۳۹- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۸۶.
۴۰- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۹۷.
۴۱- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۹۷.
۴۲- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۹۷.
۴۳- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۹۷.
۴۴- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۹۷.
۴۵- سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۹۷.